

# کیا دین میں سختی بھی ہے؟

اسلامی احکامات میں قیاس کا کردار

25

03

ارباب اقتدار سے چند گزارشات

غامدی صاحب کا نیا شوشہ

11

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

# فقیہ سرگودھا ماہنامہ

شمارہ 6

جون 2014ء

جلد نمبر 3

مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ  
نگران شعبہ رسائل و جرائد

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

ایجنسی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ  
بھی کر سکتے ہیں



[www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

Contact Us

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے  
زرقاوان

[www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

[mag@ahnafmedia.com](mailto:mag@ahnafmedia.com)

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا



## فہرست

اربابِ اقتدار سے چند گزارشات ----- 3

اداریہ

کیا دین میں ”سختی“ بھی ہے؟ ----- 5

مولانا عبدالرحمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ

غامدی صاحب کا نیا شوشہ (1) ----- 11

مولانا محمد اشفاق ندیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ..... صدی بہ صدی ----- 17

مولانا محمد ارشد سجاد رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی احکامات میں ”قیاس“ کا کردار!! ----- 25

مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، ازبکستان

درد شریف؛ اہمیت اور مسائل ----- 32

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ

قادیانی دجال کیا کہتا ہے؟ ----- 57

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، بلوچستانی

## ارباب اقتدار سے چند گزارشات

اداریہ

ہم ملکی سالمیت اور استحکام کے لیے ہر جائز حکومتی اقدام کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن پچھلے کئی ماہ سے وطن عزیز پاکستان میں کئی ایک ایسے جرائم نے جنم لیا ہے جن سے پوری قوم تمللا اٹھی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم بے روزگاری، مہنگائی، کرپشن، لوڈشیڈنگ، لوٹ کھسوٹ، رشوت، بد امنی، قتل و غارت گری، دھونس دھمکیوں وغیرہ کے ستائے ہوئے ہیں۔ قومی اثاثے اور ملکی سرمائے لٹوائے بیٹھے ہیں، چند خاندانوں کے گرد چکر کاٹنے والی سیاست سے بھی عوام ناخوش ہیں۔ عالمی دباؤ کے زیر اثر ہونے والے فیصلوں سے بھی ملک پاکستان کے باسی دل شکستہ ہیں، خانہ جنگی ڈرون حملوں اور مظلوم و نہتے بے گناہ شہریوں کے تڑپتے لاشوں کو دیکھ کر قوم بری طرح گھائل ہے۔

آئینی و قانونی اداروں، تعلیمی و تربیتی اداروں پر اظہار رائے کے بجائے صرف ابلاغی اداروں کے حوالے سے چند گزارشات عرض کرنی ہیں۔

1. پہلے تو منظم حکمت عملی کے ساتھ چیدہ اور سنجیدہ افراد کی کمیٹی تشکیل دی جائے جو باہمی مشاورت سے ”آزادی اظہار رائے“ کا ضابطہ اخلاق طے کرے۔
2. حکومتی کمیٹی ایسے قوانین مرتب کرے جس میں ہر مسلک کے مقتدر شخصیات کا تحفظ یقینی ہو۔
3. فی الفور ایسے تمام پروگرامز کو بالکل بند کر دیا جائے۔ جو فحاشی، عریانی، اخلاق باختگی اور حیا سوزی پر مشتمل ہوں۔



4. Entertainment (انٹرٹینمنٹ) کے نام پر غیر اسلامی تہذیب، کلچر کو فروغ دینے کی سازش کو ناکام بنایا جائے۔

5. تمام ایسے پروگرامز جن سے عوام میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو انہیں کسی صورت نشر نہ ہونے دیا جائے۔

6. دینی اور خالص علمی پروگرامز چلانے کے لیے مستند اور سنجیدہ علماء کرام کا انتخاب کیا جائے۔ تاکہ عوام تک دین کی بات حقیقی معنوں میں پہنچ پائے اور گمراہیوں کے دروازے بند ہو سکیں۔

7. جس طرح باقی تمام ادارے حکومتی تحویل میں ہوتے ہیں اسی طرح ابلاغی اداروں کو بھی حکومت اپنی تحویل میں لے لے۔ جس سے کافی سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

8. حکومت اپنے مرتب کردہ ضابطہ اخلاق اور قوانین پر عمل درآمد کرنے میں غیر جانبداری کا بھرپور عملی مظاہرہ کرے۔

امید ہے کہ ارباب اقتدار، ذی شعور طبقہ، تبصرہ نگار، تجزیہ کار اس بارے میں مزید بھی بہتر آراء تجویز فرمائیں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم سب وہی پاکستان دیکھنا چاہتے ہیں جس کو اس بنیاد پر تعمیر کیا گیا تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا؟

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

والسلام

محمد ریاض کھن

## کیا دین میں ”سختی“ بھی ہے؟

مولانا عبدالرحمان سندھی

یہ سب مولویوں کی کارستانیوں ہیں، مولوی بڑے تنگ نظر ہیں، حالات حاضرہ کا مولویوں کا کیا علم؟ اگر مولوی ٹھیک ہو جائیں تو ساری دنیا ٹھیک ہو جائے۔ مولوی ضدی، ہٹ دھرم ہوتے ہیں۔ اسلام اس قدر سخت نہیں جتنا مولویوں نے بنا رکھا ہے۔ اسلام میں نرمی ہی نرمی ہے، دین میں سختی ہے ہی نہیں۔

اسی سے ملتی جلتی باتیں ہمارے معاشرے میں خوب گردش کر رہی ہیں۔ ہر محفل مجلس میں، ہر دکان اور مکان میں، دوستوں کے ساتھ گپ شپ ہو یا کوئی اور فنکشن تقریباً سب جگہ یہی بات دیکھنے اور سننے کو ملتی ہے۔ اگر کوئی عالم کسی گناہ کبیرہ کی قرآن و سنت سے سزا ذکر کر دے تو فوراً کہا جاتا ہے: ان مولویوں کو تو ہر وقت عذاب کی فکر ہے حالانکہ اللہ غفور الرحیم ذات ہے دین میں اتنی بھی سختی نہیں جتنی مولوی بتاتے ہیں اور ایک آیت کریمہ کا حصہ بھی بے سرے انداز میں پڑھ دیا جاتا ہے لا اکراہ فی الدین۔

قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے اور اپنے ماننے والوں کی صحیح راہ نمائی بھی کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک آیت کریمہ کا حصہ [لا اکراہ فی الدین] جس میں ارشاد ہے، کہ دین میں جبر نہیں، اور بعض مفسرین نے نفی کو نفی کی معنی میں بیان کیا ہے کہ دین کے معاملے میں جبر نہ کرو۔ اس ارشاد بانی کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس ارشاد مبارک کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر بھی مطمئن ہوا بیٹھا ہے۔

قارئین کرام! اس آیت کریمہ کی وضاحت اور تفسیر و تشریح کرتے ہوئے مفسرین کرام نے جو ارشاد فرمایا ہے ہم آپ کی خدمت میں ترتیب کے ساتھ پہلے اس ارشاد مبارک کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہیں پھر اس کے بعد پیدا شدہ غلط فہمیوں کی نشاندہی کے بعد اس کا ازالہ بھی کریں گے۔

اس ارشاد مبارک کا تقریباً تمام مفسرین نے یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ ”دین میں داخل ہونے کے واسطے کسی کے اوپر زبردستی نہیں۔ کسی کو مجبور کر کے اسے اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا۔“

1: امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ (متوفی 604ھ) لکھتے ہیں: جبر اور اکراہ جائز نہیں اس لیے کہ دنیا دار الامتحان ہے اگر جبر ہو تو امتحان کا معنی ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی نظیر اللہ پاک کا دوسرا ارشاد بھی ہے (جو شخص چاہے ایمان لے آئے جو شخص چاہے کفر اختیار کرے) (سورۃ الکہف: ص 29، تفسیر کبیر: ج 7 ص 13)

2: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی 1225ھ) فرماتے ہیں: جبر اور اکراہ کا تصور ہی ناممکن ہے کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے، کہ دل سے ایمان کو قبول کرے۔ اور دل پر تو جبر اور اکراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری بات کہ جبر کرنے سے منع ہے کیونکہ دنیا میں مقصد امتحان ہے اگر جبر کیا جائے تو امتحان کا معنی ختم ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری: ج 1 ص 362)

3: مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں: دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کافی نفسہ کوئی موقع) نہیں۔ (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

قارئین کرام! ان مفسرین کرام کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے

کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہی ہے کہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لیے کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ دین اسلام کو قبول کرے یا نہ کرے۔ ہاں تبلیغ کرنے اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا معاملہ بھی اپنی جگہ پر مسلم شدہ ہے۔ لیکن جبر و اکراہ وہاں بھی نہیں ہے۔

بعض لوگ اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات کو دیکھ کر اعتراضات شروع کرتے ہیں۔ کہ اگر دین اسلام میں جبر نہیں اور ہر کسی کو اختیار حاصل ہے تو پھر جہاد اور قتال کا حکم کیوں ہے۔؟ جس سے لوگوں کو زبردستی مسلمان کیا جاتا ہے یا اسلام کے احکام اور شرعی حدود، مرتد کی سزا، قتل کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی سزا وغیرہ یہ کیوں ہیں؟ اس قسم کے شبہات پیش کر کے کہتے ہیں کہ جب اسلام میں جبر نہیں تو جہاد و قتال اور شرعی حدود و قصاص کو ختم کیا جائے یہ باتیں اس آیت کے خلاف ہیں۔

حالانکہ اس قسم کی آیات جہاد و قتال کے مخالف نہیں کیونکہ جہاد اور قتال کی تعلیم قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے۔ ”ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے“ بلکہ ایسے فساد کو دور کرنے کے لیے ہے جس فساد کو برپا کرنے کے لیے کفار منصوبے گھڑتے رہتے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ (سورۃ مائدہ: 64)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کے ذریعے سے ان لوگوں کے فساد کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر ان کا قتل موذی جانوروں سانپ، بچھو وغیرہ کی طرح ہے۔ جیسے ان موذی جانوروں سانپ بچھو کو ڈسنے کے بعد قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ڈسنے سے پہلے بھی قتل کرنا عین عقل اور دانائی ہے۔

جس طرح انسان ایمان اور کفر کے قبول کرنے میں خود مختار ہے مجبور نہیں اسی طرح تمام اعمال خیر اور اعمال شر کے کرنے اور نہ کرنے میں بھی اس کو خود مختاری حاصل ہے مجبور نہیں۔ لیکن اچھے اور برے افعال پر ان کے مناسب جزا اور سزا کا مرتب ہونا جبر واکراہ کو لازم نہیں۔ مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا جانا اور زانی محسن کا سنگسار کیا جانا اور خون ناحق کا قصاص لیا جانا۔ یہ تمام تر اس کے افعال اختیار یہ کی سزا ہے جبر واکراہ نہیں۔ اس شخص نے اپنے اختیار سے چوری اور زنا وغیرہ کا ارتکاب کیا، اس لیے یہ سزا بھگتنی پڑی۔ اسی طرح ارتداد کی سزا؛ سزائے قتل یہ بھی جبر نہیں بلکہ اس کے فعل اختیاری (ارتداد) کی سزا ہے کہ وہ دین اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اس نے یہ ارتکاب کیا اور اسلام کا باغی ہوا ہے۔

حیرت ہے کہ قانونی سزائیں تو عین مصلحت اور عین تدبیر اور عین سیاست بن جاتی ہیں اور شرعی حدود، قتل مرتد اور رجم زانی وغیرہ یہ سزائیں جبر اور اکراہ قرار دی جائیں اور وحشیانہ سزائیں کہلائیں۔ اگر حکومت کے باغیوں کی سزا سزائے قتل ہے تو پھر اسلام کے باغیوں کی سزا؛ سزائے قتل پر اعتراض کیوں؟ مجازی حکمران کے باغیوں کا قتل تو عین تہذیب اور عین تمدن کہلاتا ہے مگر حقیقی حکم الحاکمین کے باغیوں کے قتل پر ناک بھوں چڑھائیں اور اس کو وحشیانہ فعل قرار دیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر عجیب بات تو یہ ہے کہ اسلام نے اس میں بھی رعایت دی ہے۔ دوسرے لوگ باغیوں کو کوئی رعایت نہیں دیتے۔ گرفتار ہونے کے بعد اگر اس پر بغاوت کا جرم ثابت ہو جائے تو سزائے موت نافذ کر دیتے ہیں وہ ہزار معافی مانگے تو بہ کرے کہ آئندہ بغاوت کا جرم نہیں کروں گا اس کی ایک نہیں سنی جاتی اور اس کی معافی ناقابل قبول سمجھی جاتی ہے۔ اسلام میں مرتد (باغی) کی سزا قتل ہے۔ مگر پھر بھی رعایت ہے کہ

تین دن تک اسے سمجھایا جائے گا کہ توبہ کر لے، معافی مانگ لے تو یہ سزا سے بچ جائے گا، پھر بھی اسلام میں مرتد کی سزا ہو تو اعتراض ہے لیکن حکومت کے باغی کی سزا بغیر رعایت کے اور ہزار معافی کے باوجود قتل کر دینا اس پر دنیا کے کسی مہذب قانون اور کسی مہذب عدالت کو کوئی اعتراض نہیں۔ ایسا سلوک کرنا خود عین عقل، اور تہذیب کے خلاف ہے جو اسلام کو طعنہ دیا جاتا ہے اس سے تو قصور ان کا نکل آتا ہے۔

کیا ”اسلام“ بھی چھوڑا جاسکتا ہے؟

اسی طرح طہرین کی طرف سے ایک اور سوال بھی کیا جاتا ہے کہ جب دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کر سکتا؟ عام طور پر ارباب الحاد و کفر اس سوال کو اس رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سیدھا سادہ مسلمان نہ صرف اس سے متاثر ہوتا ہے بلکہ سزائے ارتداد کو نعوذ باللہ غیر معقول اور آزادی مذہب کے خلاف سمجھنے لگتا ہے اس لیے اس مغالطے کو بھی صاف کرنا ضروری ہے۔

اگر دنیائے یہودیت و عیسائیت اپنے مذہب کے معاملہ میں تنگ نظر نہ ہوتی تو آج دنیا بھر کے مسلمان ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ کیوں ہوتے؟ اس سے ذرا آگے آئیے، انبیائے بنی اسرائیل کا قتل ناحق ان کی اسی تنگ نظری کا اور تشدد پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان انبیاء نے پہلے شریعت کی منسوخت اور نئی شریعت کی دعوت دی تو ان کا پاکیزہ اور مقدس لہو بہایا گیا۔ اس کے علاوہ ہمیں بتائیں کہ ان کا کیا جرم تھا؟ جس جرم کی پاداش میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل اور ان کے سولی پر چڑھائے جانے کے کیوں منصوبے بنائے گئے۔ اس لیے مسلمانوں کو تنگ نظر کہلانے والے پہلے ذرا اپنے

دامن کو صاف کریں اور پھر مسلمانوں سے بات کریں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ہدایت کا سلسلہ انبیاء سے شروع ہوا کہ اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان تمام انبیاء و رسل کی شریعتیں ابدی تھیں یا وقتی۔ اگر ابدی تھیں تو پھر یہودیت اور عیسائیت کیسے وجود میں آئیں؟ اس سے پہلے تو آدم علیہ السلام اور باقی انبیاء و رسل تھے معلوم ہوا کہ ہر بعد میں آنے والے نبی و رسول کی شریعت نے پہلے رسول کی شریعت کو منسوخ کر دیا، یہ سلسلہ چلتا رہتا آئندہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں جن کی نسخ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بنی اب قیامت تک اور کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہوگا اور یہ شریعت باقی رہے گی۔ تو اب اس کو اس مثال سے سمجھنا آسان ہوگا جس طرح حکومت کے قوانین میں کچھ قوانین پہلے کے ہوتے ہیں کچھ بعد کے۔ پہلے والے ترمیم شدہ (یعنی منسوخ) اور بعد والے جدید (یعنی نسخ) اسی طرح پہلی شریعتیں منسوخ ہیں۔ شریعت محمدی نسخ ہے اب اگر کوئی حکومت کے جدید قانون کی مخالفت کرے تو اسے سزا دی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی ترمیم شدہ کی مخالفت کرے تو اسے سزا نہیں دی جاتی۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس کو سزا کیوں نہیں تو اس کا سوال فضول سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت محمدی کی مخالفت پر سزا ہے کیونکہ یہ نسخ ہے اور باقی مذاہب کی مخالفت پر سزا نہیں کیونکہ وہ منسوخ ہیں، اب اگر کوئی اس پر سوال کرے تو اس سوال کو بھی ایسے ہی فضول اور لغو سمجھا جائے گا جیسے حکومت کے ترمیم شدہ قانون کی مخالفت پر سزا نہ ہونے والے سوال کو فضول اور لغو سمجھا جاتا ہے۔



## غامدی صاحب کا نیا شوشہ (1)

مولانا محمد اشفاق ندیم حنفی

ایک سوال ہمارے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کے ذہن میں الجھن بنا ہوا ہے وہ یہ ہے چلو! ہم مان لیتے ہیں کہ قادیانی (جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار) مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ لیکن دنیا میں کافر اور بھی تو ہیں یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ وغیرہ لیکن کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں اور باقی کافروں کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ ان سے تعلقات نہیں رکھنے چاہیے، کاروبار نہیں کرنا چاہیے، انہیں سلام نہیں کرنا چاہیے، ان کی مصنوعات استعمال نہیں کرنی چاہیے حالانکہ باقی کفار کے بارے میں یہ بات نہیں کی جاتی لیکن ان کی بڑی شد و مد کے ساتھ مخالفت کی جاتی ہے اور عوامی اجتماعات میں اعلانات کیے جاتے ہیں اور اس سے ملتے جلتے الفاظ پچھلے دنوں متجددیت اور عقلیت پسندی کے علمبردار جناب جاوید احمد غامدی نے ایک سوال کے جواب میں دہرائے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ قادیانیوں کو سلام کیا جاسکتا ہے؟ بعض لوگ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ان سے سلام کر کے حضور کی محبت کے انکاری ہوتے ہیں اور ان کا سوشل بائیکاٹ کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار ہے۔

تو جواب میں غامدی صاحب نے کچھ یوں لب کشائی کی۔ ہر انسان کو سلام کیا جاسکتا ہے انبیاء کرام نے ہر کسی کو سلام کیا ہے بلکہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے کوئی آپ کو سلام کرے {اس میں مومن غیر مومن کی تخصیص نہیں ہے} تو آپ اس کو بہتر طریقے سے جواب دیں۔ اس لیے ہر کسی کو سلام کیجئے سلامتی کی دعا کیجئے، اگر وہ کسی

غلطی میں مبتلا ہے تو علمی طریقے سے اس کی اصلاح کیجئے۔ آپ قادیانی حضرات سے بات کریں گے تو آپ کو یہ اندازہ ہو گا کہ وہ اپنی طرف سے ایک بات کو درست سمجھ کر اس پر ایمان رکھتے ہیں آپ اس کو غلط سمجھتے ہیں تو اس کی غلطی واضح کرنے کی کوشش کریں لیکن ان کا سوشل بائیکاٹ کرنا، تعلقات ختم کرنا یہ انبیاء کرام کا طریقہ نہیں ہے۔ انبیاء کرام کا طریقہ دعوت کا طریقہ ہے وہ پیغام پہنچاتے ہیں حق کو واضح کرتے ہیں اور انسانوں سے محبت کرتے ہیں ان کا بائیکاٹ نہیں کرتے۔

(فیس بک پرویڈیو کلپ 24 اپریل 2014ء)

اس میں چند باتیں غور طلب ہیں:

- 1: قرآن کریم کی آیت کریمہ کا جو حصہ موصوف نے بطور دلیل پیش کیا ہے کیا واقعی اس کی یہی تفسیر ہے اور حضرات مفسرین نے اس بارے میں کیا نقل فرمایا ہے اور کیا اس کے عموم میں قادیانی بھی شامل ہو سکتے ہیں؟
- 2: اگر آپ اس کو غلط سمجھتے ہیں تو غلطی واضح کرنے کی کوشش کریں۔
- 3: سوشل بائیکاٹ کرنا اور تعلقات ختم کرنا انبیاء کرام کا طریقہ نہیں ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کے تحت حضرات مفسرین میں سے امام ابن کثیر رحمہ اللہ؛ تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں: ذمی لوگوں کو ابتداءً سلام نہیں کرنا چاہیے اگر وہ خود ابتداءً کر کے سلام کر لیں تو تم نے یہ کہنا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ الْيَهُودُ فَإِنَّمَا يَقُولُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ.

ترجمہ: کوئی یہودی (مراد غیر مسلم ہیں) تمہیں سلام کرے تو خیال رکھا کرو وہ یہ کہہ دیتے ہیں السَّامُ عَلَيْكَ {تجھ پر موت آئے} تو تم بھی جواب میں کہہ دو وَعَلَيْكَ۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تبدؤا اليهود ولا النصارى بالسلام فإذا القيتهم أحدهم في طريق فاضطروه إلى أضيقه۔

(صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہود و نصاریٰ کو تم سلام میں پہل نہ کرو اور جب راستے میں ٹڈ بھیڑ ہو جائے تو ان کا راستہ تنگ کر دو۔ (تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 694)

یہ وہ روایات ہیں جو عام کافروں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ تم نے سلام میں پہل بھی نہیں کرنی اور اگر راستے میں مل جائیں تو بچنے کی کوشش کرنی ہے۔ باقی رہا قادیانیوں کا حکم، تو وہ عام کافروں سے بالکل جدا ہے کیونکہ قادیانی صرف کافر ہی نہیں بلکہ مرتدین ہیں ان پر عام کافروں والے نہیں بلکہ مرتدین والے احکامات لاگو ہوں گے۔

### قادیانیوں اور عام کافروں میں فرق کی مثال:

کفر ہر حال میں کفر ہے، لیکن دنیا کے دوسرے کافر اپنے کفر پر اسلام کا لیبل نہیں چپکاتے اور لوگوں کے سامنے اپنے کفر کو اسلام کے نام سے پیش نہیں کرتے مگر قادیانی اپنے کفر پر اسلام کا لیبل چپکاتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ اسلام ہے۔

ایک وہ کافر ہے جو اعلانیہ اپنے کفر کا اظہار کرتا ہے دوسرا وہ کافر ہے جو اندر سے کافر ہو اور اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ اور تیسرا وہ کافر ہے جو اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ پہلی قسم کے کافر کو ”کافر مطلق“ کہتے ہیں ان میں یہود، نصاریٰ، ہندو، سکھ اور دیگر وہ سب کفار شامل ہیں جو اسلام کے انکاری ہیں

مشرکین مکہ بھی انہی میں داخل تھے دوسری قسم کے کافر کو منافق کہتے ہیں جو زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل کے اندر کفر چھپاتا ہے۔

ان منافقوں سے بڑھ کر تیسری قسم والوں کا جرم یہ ہے کہ وہ کافر ہیں مگر اپنے کفر کو اسلام کہتے ہیں خالص کفر کو اسلام بنا کر پیش کرتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن کریم کی آیات، احادیث طیبہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال سے توڑ موڑ کر اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں زندیق کہتے ہیں۔

جو شخص اسلام داخل ہو کر مرتد ہو جائے اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے اسے سمجھایا جائے اگر بات اس کی سمجھ میں آجائے اور وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی زمین کو اس کو جو دسے پاک کر دیا جائے۔ اس پر چاروں ائمہ کا جماع ہے اور زندیق جو اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اس کا معاملہ مرتد سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں اس کا حکم بھی مرتد والا ہے کہ اس کو تین دن مہلت دی جائے۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا اقبل توبۃ الذندیق میں زندیق کی توبہ کو قبول نہیں کروں گا۔ مطلب یہ ہے کہ توبہ قبول کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہم اس پر سزا جاری کریں گے اور اس کو قتل کریں گے اور ایک روایت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ لیکن در مختار، شامی اور فقہ کی دوسری معتبر کتابوں میں ہے کہ اگر زندیق خود آکر توبہ کرے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ یہ زندیق ہے اس نے خود اپنے زندقہ کا اظہار کیا اور پھر توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اگر لوگوں کو اس کے

زندہ کا پیہ چل گیا اور پھر اسلامی حکومت نے اس کو گرفتار کر لیا اب اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ سود فحہ توبہ کرے۔

(قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق: ص 9)

اور مرزائی بھی زندیق ہیں کیونکہ وہ اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگاتے ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو پیشاب اور شراب پر زمرم کا لیبل لگا کر پیش کرے، جو وہ کتے کا گوشت حلال ذبیحہ کے نام پر پیش کرے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے سے دلیل نبوت مانگنے والا بھی کافر ہے۔

علماء امت تو ان کو کافر مرتد اور زندیق سمجھتے ہیں اور غامدی صاحب اپنے ”روشن خیال“ ذہن کی وجہ سے ان کے لیے سلامتی کی دعا کو جائز قرار دیتے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کرتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار محبت ہے یا اظہار محبت؟ اس گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ قادیانی عام کافر نہیں بلکہ زندیق ہیں اس لیے اگر آیت کو عام بھی مانا جائے تو یہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ جس شخص کے بارے میں اطمینان نہ ہو کہ وہ کافر ہے یا مسلمان تو اسے سلام نہ کیا جائے۔ حضرات فقہاء علماء تو ایسے شخص کو سلام کرنے سے منع کرتے ہیں جس کے مسلمان ہونے کے بارے میں شک ہو اگر ایک شخص کا یقینی علم ہے کہ وہ مرتد اور زندیق ہے تو اس کو سلام کرنا کیسے درست ہوگا؟

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 2 ص 140، مرقات شرح مشکوٰۃ: ج 4 ص 556)

دوسری بات: ”اگر آپ اس کو غلط سمجھتے ہیں تو اس کی غلطی واضح کرنے کی

کوشش کریں۔“ غامدی صاحب کا یہ جملہ بھی اپنے اندر کافی سارے سوالات رکھتا ہے سننے والے سامعین اور پڑھنے والے قارئین کو ان کی نیت پر شک گزرتا ہے کہ کہیں غامدی صاحب شاید ان کو حق پر تو نہیں سمجھتے؟ اس لیے ان کی طرف فداری بھی کی جا رہی ہے سلامتی کی دعا کی بھی اجازت دی جا رہی ہے۔

آج کون نہیں جانتا کہ قادیانیوں کے دجال اور کذاب مرزا قادیانی نے اعلان نبوت کر کے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ہم اپنے باپ کے دشمن سے سلام کرنا، کلام کرنا تعلقات رکھنا برداشت نہیں کرتے اگر کوئی بیٹا باپ کے دشمن کے ساتھ چلے تو لوگ بھی کہتے ہیں تیری غیرت ختم ہو گئی تیرا خون سفید ہو گیا، تو نے بے غیرتی کی حد کر دی اپنے باپ کے دشمن کے ساتھ چلتا اور پھرتا ہے کھاتا ہے اور پیتا ہے۔ یہ وہ باپ ہے جو ہمارے وجود کا سبب بنا ہے دوسری طرف وہ ذات گرامی ہے جس کی وجہ سے اس کائنات کو وجود ملا ہے۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہیں لیکن چودھویں صدی میں مرزا قادیانی نے ہمارے رشتے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹنے کی مذموم کوشش کی ہے اور کہا کہ حضور کی روحانی اولاد صرف میں ہوں باقی سارے مسلمان کافر ہیں جس دجال اور کذاب نے بباگ دھل یہ اعلان کیا کہ میرے دشمن جنگلوں کے خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ کر ہیں۔ (نجم الہدیٰ ص 10)

کم از کم ایک غیرت مند مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے محبوب نبی کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے اور تمام اہل اسلام کو کافر بنانے والے مرتد کے بارے میں بھی وہی نرم گوشہ رکھا جائے جو مسلمانوں کے بارے میں ہے۔

(.....جاری ہے)

## عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام..... صدی بہ صدی

مولانا محمد ارشد سجاد حفظہ اللہ

ہر عقل مند مسلمان اس اصول سے متفق ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبوی کو اس طرح سمجھنا چاہیے جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا جن میں قرآن کریم نازل ہوا اور اس پر اس طرح عمل کرنا چاہیے جیسے امت کے پہلے طبقہ نے کیا ہے۔

اگر آج اس اصول کو اپنایا جاتا ہے کہ ہم نے قرآن وحدیث کو اپنے اسلاف کے فہم کی روشنی میں سمجھنا ہے تو موجودہ تمام جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں اور آدمی صحیح معنوں میں صراط مستقیم پر کار بند ہو سکتا ہے۔

لیکن ہوتا کیا ہے کہ پہلے ایک مخصوص عقیدہ اور نظریہ بنایا جاتا ہے پھر قرآن وحدیث کو اس پر ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بندہ خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے اور اپنے متبعین کو بھی گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں موجودہ دور میں کئی ایسے لوگ ہمارے علم میں ہیں جو اس بے راہ روی کا شکار ہو چکے ہیں اس پر میں اپنے ہی علاقہ (حسن شاہ ضلع، بھکر) کا واقعہ پیش کرتا ہوں۔ ہمارے علاقہ میں بعض گمراہ لوگوں (جن کی پہچان امت مسلمہ کے اجماعی عقیدے... عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے) نے عوام کی اس قدر غلط رہنمائی کی کہ ان کے ذہن میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ جو بات قرآن میں ہوگی وہ ماننی ہے اور جو قرآن میں نہیں وہ نہیں ماننی پھر اس اصول پر قرآن کریم کی جو تحریف کی جاتی ہے۔ الامان والحفیظ۔

حالانکہ کئی ساری مسلمہ چیزیں ایسی ہیں جو قرآن مجید میں نہیں مثلاً



- 1: پنجگانہ نماز کو ادا کرنے کا طریقہ قرآن میں نہیں ہے۔
- 2: جنازہ کا طریقہ قرآن میں نہیں ہے۔
- 3: داڑھی رکھنے کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔
- 4: بھینس اور اس کے دودھ کے حلال ہونے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔
- 5: گدھے اور بندر کے حرام ہونے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سارے احکام ایسے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں نظر نہیں آتا۔

لیکن ان کی اس کارستانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہی عوام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے دوبارہ نازل ہونے کا انکار کر بیٹھی کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا ذکر تو ہے لیکن دنیا میں دوبارہ آنے کا ذکر نہیں ہے، اس لیے ہم نہیں مانتے۔ جبکہ تفسیر و حدیث، اجماع امت اور پندرہ صدیوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ علماء متکلمین فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے جس کا انکار کفر ہے۔

تنبیہ:

آدمی کے مومن بننے کے لیے تمام ضروریات دین اور ایمانیات پر ایمان لانا ضروری ہے جبکہ کفر میں داخل ہونے کے لیے تمام ایمانیات کا انکار ضروری نہیں ہے بلکہ ایمانیات میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے آدمی کفر میں چلا جاتا ہے۔ اس لیے ضروری سمجھا کہ ”عقیدہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام“ کے متعلق کچھ لکھ دیا جائے تاکہ ہمارے مسلمان بھائی غلط نظریات اور شکوک و شبہات سے محفوظ رہ سکیں۔

قارئین کرام! ہمارا پہلا اصول کہ اگر آدمی قرآن و حدیث کو فہم اسلاف کی روشنی میں سمجھے اور اس پر عمل کرے تو ہر قسم کی بدعت و گمراہی سے خود بھی محفوظ رہ سکتا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی محفوظ رکھ سکتا ہے اسی کے پیش نظر ہم اس عقیدہ پر صدی وار پندرہ صدیوں کے اسلاف و اخلاف کی تشریحات ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ قرآن و حدیث کے موافق شروع اسلام سے یہ عقیدہ تو اتر کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔

### پہلی صدی:

- ☆ حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ (متوفی 42ھ)
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (متوفی 57ھ)
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (متوفی 65ھ)
- ☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (متوفی 73ھ)
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (متوفی 73ھ)
- ☆ حضرت نواس بن سمعان اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد سندوں کے ساتھ مروی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔ (صحیح مسلم: ج 1 ص 87 ج 2 ص 400)

### دوسری صدی:

- امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ متوفی 150ھ فرماتے ہیں:
- وخرج الدجال..... ونزل عيسى عليه السلام من السماء
- وسائر علامات يوم القيامة على ماوردت به الاخبار الصحيحة حق كائن-
- ترجمہ: دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور ان تمام علامات قیامت کا ظاہر ہونا حق اور سچ ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں۔ (الفقہ الاکبر: ص 109)

### تیسری صدی:

امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی 256ھ) اپنی کتاب صحیح بخاری ”کتاب الانبیاء“ میں ”باب نزول عیسیٰ علیہ السلام“ قائم کر کے اپنے عقیدے کی وضاحت فرمادی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ (صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ علیہ السلام: ج 1 ص 490)

### چوتھی صدی:

وکیل احناف امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ (متوفی 321ھ) فرماتے ہیں: ونومن بأشراط الساعة منها خروج الدجال ونزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام من السماء۔

(عقیدہ طحاویہ: ص 21 عقیدہ نمبر 100)

ترجمہ: ہم قیامت کی تمام نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں جن میں سے دجال کا نکلنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنا بھی ہے۔

### پانچویں صدی:

امام ماوردی رحمہ اللہ (متوفی 450ھ) لکھتے ہیں:

الثالث ان خروج عیسیٰ علم الساعة لانه من علامة القيامة وشروط

الساعة قاله ابن عباس وقتادة ومجاهد والضحاك والسدي۔

(تفسیر الماوردی: ج 5 ص 235 زخرف: 61)

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قیامت کی ایک نشانی ہے کیونکہ آپ کا وجود علامات

قیامت میں سے ہے یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت قتادہ، حضرت مجاہد اور سدی نے کی ہے۔

### چھٹی صدی:

حافظ ابن عطیہ اندلسی مالکی رحمہ اللہ (متوفی 518ھ) لکھتے ہیں:

واجمعت الامة على ماتضمنه الحديث المتواتر من ان عيسى في السماء

حي وانه ينزل في آخر الزمان فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ويقتل الدجال۔

(تفسير البحر المحیط: ج 2 ص 497)

ترجمہ: امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے جس کو یہ متواتر حدیث شامل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

### ساتویں صدی:

مشہور مفسر امام بیضاوی (متوفی 668ھ) لکھتے ہیں: وان عيسى عليه

السلام لعلم للساعة لان حدوثه اونزوله من اشراط الساعة۔

(تفسير بيضاوي: ج 1 ص 150 زخرف: 61)

ترجمہ: بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں آپ کا ظہور یا نزول قیامت کی علامات میں سے ہے۔

### آٹھویں صدی:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی 774ھ) لکھتے ہیں: وقد تواترت الاحاديث

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه اخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم

القيامة اماماً عادلاً وحكماً مقسطاً۔ (تفسير ابن كثير: ج 7 ص 236 زخرف: 61)

ترجمہ: آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ایسی احادیث پہنچی ہیں جن میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے نازل ہونے کی خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور انصاف کے علمبردار کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

### نویں صدی:

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (متوفی 855ھ) لکھتے ہیں:

فان قلت ما الحكمة في نزول عيسى عليه الصلوة والسلام والخصوصية به قلت فيه وجوه الاول للرد على اليهود في زعمهم الباطل انهم قتلوه وصلبوه۔

(عمدة القاری باب نزول عیسیٰ علیہ السلام: ص 202)

ترجمہ: اگر کوئی بندہ یہ اعتراض کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں کیا حکمت ہے؟ تو میں کہتا ہوں اس کی کئی وجوہ ہیں: پہلی یہ ہے کہ یہودیوں کی تردید مقصود ہے کیونکہ انہوں نے اپنے گمان باطل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا تھا۔

### دسویں صدی:

مشہور مفسر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی 911ھ) لکھتے ہیں:

روی الشيخان حديث انه ينزل قرب الساعة ويحكم بشريعة نبينا صلى الله عليه وسلم ويقتل الدجال والخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية۔

(تفسير جلالين: ج 1 ص 52 آل عمران: 61)

ترجمہ: شیخین (بخاری و مسلم) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت نزول فرمائیں گے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے

اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔

### گیارہویں صدی:

علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 1052ھ) لکھتے ہیں:

بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرودمی آید از آسمان بہ زمین وے باشد تابع دین محمد راصلی اللہ علیہ وسلم و حکم می کنند بشریعت آنحضرت۔  
(اشعة الملتعات: ج 4 ص 351)

ترجمہ: تحقیق کئی صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے اور آپ دین محمدی کے تابع ہو کر رہیں گے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق احکام جاری کریں گے۔

### بارہویں صدی:

علامہ سفارینی رحمہ اللہ (متوفی 1188ھ) فرماتے ہیں: واما الاجماع

فقد اجمعت الامة على نزوله لم يخالف فيه احد من اهل الشريعة۔

(لوامع الانوار البہیہ باب العلامة الثانیۃ خروج الدجال: ج 2 ص 94)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول پر پوری امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور علماء شریعت میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

### تیرہویں صدی:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی 1225ھ) نے اپنی تفسیر میں کئی

احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہونے اور قرب قیامت دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کی جمع کی ہیں۔  
(تفسیر مظہری: ج 2 ص 56)

### چودھویں صدی:

محدث اعظم علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی 1352ھ) نے ”عقیدہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام“ پر مستقل کتاب ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ تصنیف فرمائی ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ تواتر و تسلسل کے ساتھ امت میں چلا آ رہا ہے۔

### پندرہویں صدی:

امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (متوفی 1430ھ) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا اسی طرح متواتر درجے کی احادیث ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر تشریف لائیں گے۔  
(تفسیر ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن: ج 3 ص 116)

### نوٹ:

امام اہلسنت نے اس پر مستقل ایک کتاب ”توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام“ تصنیف فرمائی ہے جس میں تفسیر، احادیث، علم کلام، فقہ، تاریخ، اور صوفیاء کرام کے کئی حوالہ جات اس عقیدہ پر جمع کر کے اس بات کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وقوع قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لانا ضروریات دین میں سے ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ قرآن وحدیث کے جملہ عقائد ومسائل کو فہم اسلاف کی روشنی میں سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بیدرکۃ النبی الکریم۔



## اسلامی احکامات میں ”قیاس“ کا کردار!!

مولانا عبد الوہاب، ازبکستان

اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے، تمام مسائل زندگی اس کی تعلیمات کے احاطے میں ہیں۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسلام انسان کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔

البتہ احکام اسلام دو طرح کے ہیں:

- 1: منصوص (جن کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود ہے۔)
  - 2: غیر منصوص (جن کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود نہیں ہے۔)
- اس دوسری قسم کے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کا اصول دیا گیا ہے۔ قیاس ان مصادر میں سے ایک ہے جن کے ذریعے غیر منصوص مسائل کا حل نکالا جاتا ہے۔

### قیاس کی تعریف:

قیاس لغت میں ”تقدیر“ یعنی اندازہ لگانے کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے: قسست الثوب بالزراع، یعنی میں نے کپڑے کو میٹر سے ناپا۔

اصطلاح میں قیاس سے مراد ہے اشتراک علت کی بناء پر حکم منصوص کو غیر منصوص میں جاری کرنا۔ یا قرآن و سنت میں صراحت سے بیان کیے ہوئے حکم کو ایسی چیز میں جاری کرنا جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں۔ اس بناء پر کہ قرآن و سنت میں بیان کیے ہوئے حکم کی علت اس چیز میں بھی پائی جاتی ہے۔

مزید وضاحت کیلئے قرآن و حدیث میں سے چند مثالوں کا مطالعہ کیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورة المائدہ آیت نمبر 90)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جو اور بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر (یہ سب) ناپاک کام شیطانی اعمال ہیں پس ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

اس آیت کی رو سے شراب حرام ہے۔ اس کی حرمت کی علت نشہ پیدا کرنا ہے۔ لہذا یہ علت جس میں بھی پائی جائے گی اس پر شراب کا حکم نافذ ہوگا اور وہ حرام ہے۔

حدیث مبارک: جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث شریف میں ہے: من ابتاع طعاما فلا يبيعه حتى يستوفيه۔

(جامع الترمذی رقم حدیث 1291)

ترجمہ: جو شخص خوراک خریدے اور وہ اس کو اس وقت تک نہ بیچے، جب تک کہ وصول نہ کر لے۔

اس حدیث معلوم ہوا کہ غلہ خرید کر قبضہ سے پہلے اس کو آگے بچپنا جائز نہیں ہے۔ اس کی علت یہ ہے کہ خریدا ہوا غلہ بھی قبضہ کے ذریعے خریدار کے قبضہ اور تصرف میں نہیں آیا۔ اگر غلہ کے علاوہ کوئی اور چیز خریدی گئی ہو اور اس پر خریدار کا قبضہ نہ ہو اور تو خریدار کے قبضہ میں داخل نہ ہونے والی علت اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا غلہ کے علاوہ دیگر اشیاء کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے کہ خریدنے کے بعد جب تک ان کو وصول نہ کیا جائے، آگے بچپنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ غلہ کے علاوہ دیگر اشیاء کا یہ حکم حدیث میں مذکورہ طعام کے حکم پر قیاس فرمانے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، وأحسب كل شيء مثله۔ (جامع الترمذی رقم حدیث 1291)

میری رائے میں ہر چیز کا حکم طعام کی طرح ہے۔

”قیاس“ قرآن کریم کی روشنی میں:

قرآن کریم میں ہے: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔ تو اے دانشمندو! عبرت حاصل کرو۔ اس آیت میں ”اعتبار“ کا حکم ہے مفسرین نے ”اعتبار“ کی تفسیر اس طرح کی ہے: رد الشيء إلى نظيره بأن يحكم عليه بحكمه۔

(روح المعانی ج 28 ص 42، اصول السر خسی ج 2 ص 125)

یعنی چیز کو اس کی نظیر (مثال) کی طرف لوٹانا تاکہ نظیر کا حکم اس چیز پر بھی جاری کیا جاسکے۔ قیاس کی حقیقت بھی یہی ہے، لہذا قرآن کریم کے اس ”اعتبار“ کے حکم میں قیاس بھی شامل ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں قیاس کے بل بوتے احکام کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی 751ھ) لکھتے ہیں: اس قسم کی آیات جن میں قرآن کریم قیاس کے طریقے سے دلیل پیش کر رہا ہے، چالیس سے زیادہ ہیں۔

(اعلام الموقعین ج 1 ص 130)

مثال کے طور پر إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ يَقِينًا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو حضرت آدم علیہ السلام کے بغیر ماں باپ پیدا ہونے پر قیاس کیا گیا ہے اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

”قیاس“ احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے کہ ایک

عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اِنَّ اُحِبِّي نَذَرْتُ اَنْ تَخْجَ فَمَاتَتْ قَبْلَ اَنْ تَخْجَ اَفَاُخْجُ عَنْهَا کہ میری والدہ نے حج کی نذر (منت) مانی تھی اور اب ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ قَالَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا اَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى اُمِّكَ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ افْضُوا اللّٰهَ الَّذِي لَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ۔

(بخاری شریف رقم حدیث 7315)

ہاں! تم والدہ کی طرف سے حج کر سکتی ہو۔ بھلا یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتی؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ان کے رنگ کون کون سے ہیں؟ عرض کیا: سرخ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ان اونٹوں میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے جواب دیا کہ ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جاسکتا ہے۔ (عمدة الاحکام ج 1 ص 118)

اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ رنگ کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور یوں صحابی کو سمجھا دیا کہ وہ اپنی بیوی پر

بدگمانی مت کرے۔

مندرجہ بالا روایات اس بات کی طرف واضح طور پر نشاندہی کر رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں خود قیاس فرما کر امت کے مجتہدین کے لیے قیاس سے کام لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

**”قیاس“ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں:**

یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل میں قیاس فرماتے تھے اور ان کا قیاس کرنا انتہائی مشہور ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شمار مسائل میں قیاس کیا۔ کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قیاس کرنے پر اعتراض کیا ہو یا اس کی تردید کی ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قیاس کے شرعی دلیل ہونے پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

**قیاس اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:**

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء کی آیت میں جو کلام کا ذکر ہے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے قیاس سے اس کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کلام سے اولاد، باپ اور دادے کے علاوہ رشتہ دار مراد ہیں۔ (اعلام الموقعین ج 1 ص 204)

**قیاس اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قاضی شریعہ کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر اللہ کی کتاب کا ہر پہلو تمہارے علم میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے تمام فیصلے تمہارے علم میں نہ ہوں تو ہدایت یافتہ ائمہ کے جو فیصلے تمہارے علم میں ہوں ان کے مطابق فیصلے کرو اور اگر ائمہ کرام کے تمام فیصلے بھی تمہارے علم میں نہ ہوں تو مسئلہ کے نظائر ڈھونڈو اور قیاس کرو۔

(اعلام الموعین ج 1 ص 204)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں شراب پینے کی سزا کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قیاس کی روشنی میں یہ مشورہ دیا کہ شراب پینے کی سزا 80 دُرّے (کوڑے) مقرر کیے جائیں۔

ان چند مثالوں کے علاوہ بے شمار مسائل ایسے ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیاس کر کے مسئلہ بتایا۔ مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نماز کی امامت پر قیاس کی اور کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین یعنی ہماری نماز کی امامت کے لیے پسند فرمایا تو کیا ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پانی دنیا کے لیے پسند نہ کریں۔ اسی طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوٰۃ کو صلوة پر قیاس کیا۔

”قیاس“ عقلی دلائل کی روشنی میں:

قیاس انسان کی ایک فطرت ہے۔ کوئی فطرت سلیمہ رکھنے والا عقلمند شخص قیاس کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔ روزمرہ کے بے شمار واقعات ہیں ہر انسان ایک واقعہ کو دیکھ کر اس سے ملتے جلتے واقعات کا حکم سیکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بچے تک قیاس سے واقف ہیں۔ مثلاً کلاس میں استاد صاحب ایک بچے کو کسی غلطی پر ڈانٹتے ہیں تو اس کو دیکھ کر

دوسرے بچے بھی سنبھل جاتے ہیں کہ یہی غلطی ہم سے ہوئی تو ہمیں بھی ڈانٹ پڑے گی۔ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ قیاس ایک فطری چیز ہے۔ زندگی میں پیش آنے والے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا حکم فقہائے امت نے قیاس کے ذریعے معلوم کیا ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر قیاس کو بطور دلیل شرعی تسلیم نہ کیا جائے تو ان مسائل میں عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ ان مسائل کا حکم قرآن و سنت میں مذکور نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیاس کا انکار کرنے سے دین میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ دین ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ تمام مسائل کا حکم صراحتاً قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے۔ اب یہ بات کہ دین کامل ضابطہ حیات ہے۔ اسی وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ قیاس سے مسائل کا حکم معلوم کرنے کو تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ جن مسائل کا حکم قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور نہیں اور قیاس کے ذریعے ان کا حکم معلوم کرنا بھی درست نہ ہو تو ان مسائل کے سلسلے میں دین کی کوئی رہنمائی نہ رہے گی اور پھر اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کیونکر رہ سکے گا۔

### ضروری بات:

دین کے مسائل میں قیاس کرنے کی ہر شخص کو اجازت نہیں دی جاسکتی، اس کے لیے بھی اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اہلیت قرآن و سنت اور تاریخ اسلامی پر مضبوط دسترس کا نام ہے۔ ورنہ ہر ایرا غیر اگر دین کے مسائل میں قیاس شروع کر دے تو دین کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ جائے۔ اس اہلیت کے اہل درحقیقت حضرات مجتہدین ہیں۔ یعنی مجتہد کا قیاس دلیل شرعی ہے۔ ہر عام آدمی کا نہیں۔



## درود شریف؛ اہمیت اور مسائل

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

کیم مئی 2015ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں ”درود شریف؛ اہمیت اور مسائل“ کے عنوان پر پُر اثر گفتگو فرمائی۔ افادہ عام کے لیے پیش خدمت ہے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه  
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن  
يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا  
ومولانا محمدا عبده ورسوله. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا  
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورة الاحزاب: 56)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ  
اِبْرَاهِيْمَ. اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ. اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم:

اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا۔ ہم مسلمانوں کا نظریہ  
اور عقیدہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ رب العزت کی ذات کے بعد سب سے بلند

مقام اور مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ دنیا میں کوئی ذات جس قدر بڑی ہو اسی قدر اس کے حقوق بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ دو بھائی ہوں، ایک چھوٹا ایک بڑا تو عزت اور احترام کی وجہ سے چھوٹے بھائی پر بڑے کے حق ہوتے ہیں، ایک والد اور ایک بیٹا ہے تو اولاد پہ حق ہے اپنے والد کا یا اپنی ماں کا ان کی عزت اور احترام کسی وجہ سے، ایک شاگرد اور ایک استاد ہے؛ استاد کے شاگرد کے ذمہ حقوق ہیں استاد کے ادب و احترام اور عزت کی وجہ سے۔ اسی طرح دنیا میں ہمارے جس قدر رشتے ہیں ان تمام رشتوں کی بنیاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

### صلہ رحمی کو فروغ دیجیے!

ہمارے دنیا میں کچھ رشتے ایسے ہیں جو خون کے ہیں اور کچھ رشتے ایسے ہیں جو ایمان کے ہیں، خون کے رشتوں کی قیمت بھی انسان کو ذہن میں رکھنی چاہیے لیکن ایمان کے رشتوں کو قطعاً نہیں بھولنا چاہیے۔ ہمارے جو خونی رشتے ہیں ان کی قدر بھی کریں، احترام بھی کریں۔ خونی رشتوں کے باہمی احترام کا نام ”صلہ رحمی“ ہے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا، اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا اور صرف یہ نہیں کہ اگر رشتہ دار خیال رکھے تو ان کا خیال رکھنا بلکہ اگر رشتہ دار خیال نہ رکھے تو پھر بھی ان کا خیال رکھا جائے اسے کہتے ہیں ”صلہ رحمی“۔ ہمارے ہاں عموماً ”صلہ رحمی“ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو رشتہ دار ہمارا خیال کرے ہم ان کا خیال کریں، اس کو شریعت کی زبان میں صلہ رحمی نہیں کہتے، اسے ”مکافات“ کہتے ہیں یعنی ”بدلہ“۔ کوئی ہمیں کھانا بھیجے ہم اسے بھیجیں، جو ہمارے جانے پر کھڑا ہو ہم بھی اس کے آنے پر کھڑے ہو جائیں، وہ ہمیں سلام کرے ہم اسے سلام کریں، یہ صلہ رحمی نہیں ہے۔ انسان تو اجنبیوں کے ساتھ بھی ایسے کرتا ہے۔ ہمارا عموماً مزاج یہ ہے کہ اگر برابری

کا کوئی بندہ ہماری عزت نہ کرے تو ہم اس کی عزت نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ میری عزت نہیں کرتا تو میں کیوں کروں؟ اس نے مجھے نہیں بلایا تو میں کیوں بلاؤں؟ اس نے مجھے نہیں پوچھا تو میں کیوں پوچھوں؟ یہ صلہ رحمی اور انسانیت نہیں ہے۔ صلہ رحمی اور انسانیت کا تقاضا کیا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **صِلْ مَنْ جُ قَطَعَكَ** (مسند احمد: رقم الحدیث 17334)

جو تم سے تعلقات توڑے تم ان سے تعلقات جوڑو۔

یہ ہے صلہ رحمی۔ اگر ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے اچھا سلوک نہیں کیا تو دوسرا اچھا سلوک کرے یہ ہے صلہ رحمی۔ اگر چچا بھتیجے سے اچھا تعلق قائم نہیں کرتا تو بھتیجا اس سے اچھا تعلق قائم کرے اس کا نام ہے صلہ رحمی، ایک آدمی بیمار ہے رشتہ دار اس کو پوچھنے کے لیے نہیں آتا، اگر وہ بیمار ہو جائے تو یہ پوچھنے کے لیے جائے اس کا نام ہے صلہ رحمی۔ اس لیے میں بتا رہا تھا کہ ہمیں خونی رشتوں کی قدر کرنی چاہیے اور خونی رشتوں کا احترام بھی کرنا چاہیے۔

### خون سفید ہونے کا مطلب:

ہمارے ہاں عموماً لوگ ایک جملہ استعمال کرتے ہیں ”اوجی! اس دور میں لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے“، خون کے سفید ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خون درحقیقت سفید ہوتا ہے بلکہ خون سرخ ہی رہتا ہے لیکن وہ خون سرخی کے باوجود کام ایسے کرتا ہے جیسے خون سفید ہو گیا ہے۔ آدمی کے جسم کا خون اگر سفید ہو جائے تو پھر انسان زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتا۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لیے اس کا خون سفید ہو گیا ہے، جو اس کو ہمارے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے تھا وہ نہیں رکھتا۔ دعا کریں اللہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنے خونی رشتوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

## خونی رشتوں کی اہمیت زبانِ نبوت سے:

خونی رشتوں کی قدر اور عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے بلکہ اللہ کے نبی نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اپنے رشتہ دار پر پیسہ خرچ کرتا ہے تو اللہ اس کو دہر اجر عطا فرمائیں گے، ایک اجر اس کو صلہ رحمی اور رشتہ داری نبھانے کا ملے گا اور دوسرا اجر صدقہ اور خیرات کا ملے گا۔

یہ مسئلہ ذہن نشین فرمالیں کہ اگر ہمارے اپنے خاندان میں کوئی مستحق اور غریب موجود ہے تو اس کا حق ہمارے ذمہ پہلے ہے اور دوسرے غریب کا حق بعد میں ہے۔ ہم عموماً اپنے غریب رشتہ دار کا خیال نہیں کرتے بلکہ باہر والے لوگوں کا خیال کرتے ہیں، باہر والے مدارس کا خیال بھی کرتے ہیں، مساجد میں چندے بھی دیتے ہیں۔ یاد رکھیں! اپنے رشتہ دار کا حق پہلے ہے اور دوسرے رشتہ داروں کا حق بعد میں ہے، اپنوں کا حق پہلے ہے اور اجنبیوں کا حق بعد میں ہے۔

## جسمانی و ایمانی رشتہ:

تو ایک رشتہ وہ ہے جو ہمارے خون کی وجہ سے ہے اور دوسرا رشتہ ہمارا وہ ہے جو ایمان کی وجہ سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المسلمون کر جل واحد إن اشتكى عينه اشتكى كله وإن اشتكى رأسه اشتكى كله۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2586)

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، اگر آدمی کی آنکھ میں درد ہو تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے اور اگر آدمی کے سر میں درد ہو تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے۔

درد آنکھ میں ہوتا ہے اور چلتا پاؤں ہے، درد آنکھ میں ہوتا ہے اور بولتی زبان

ہے، درد آنکھ میں ہوتا ہے اور انجکشن اور ٹیکے کے درد کو برداشت بازو کرتا ہے، ایک آنکھ کے لیے سارے جسم کے اعضاء پریشان ہیں۔ تو اگر انسان میں ایمان موجود ہو تو دنیا کے کسی کونے میں ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو دوسرے کونے میں بسنے والے مسلمان کا ٹپنایہ ایمان کی نشانی ہے۔ اللہ ہم سب کو یہ ایمانی رشتے عطا فرمائے۔ ہم یہ ذہن نہ بنایا کریں کہ اگر طوفان فلاں شہر میں آیا ہے تو ہم بچ گئے ہیں، ان کی گندم خراب ہوگی ہماری تو ٹھیک ہے، فلاں جگہ پر سیلاب آیا ہم تو محفوظ ہیں، یہ انسانیت اور ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔

### رشتوں کی بنیاد؛ ذات پیغمبر:

تو ہمارے ایمانی رشتے بھی ہیں اور جسمانی بھی ہیں اور ان سارے رشتوں کی بنیاد کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ ہمیں سب کچھ اللہ کی ذات نے عطا کیا لیکن اس عطا کا سبب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بنی ہے۔ اللہ کی ذات کو ”رب العالمین“ کہتے ہیں جو پوری کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ”رحمۃ للعالمین“ کہتے ہیں، حضور پوری کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ اب دیکھو لفظ ایک جیسے ہیں، ادھر بھی ”العالمین“ ہے ادھر بھی ”العالمین“ ہے، ادھر شروع میں ”رب“ ہے اور ادھر شروع میں ”رحمۃ“ ہے، تو پوری کائنات کے رب اللہ کی ذات ہے اور پوری کائنات کی رحمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

### غیر مقلد کا حاجی صاحب پر اعتراض:

اس سے آپ ایک سوال کا جواب سمجھیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ ہم اپنی اصلاحی اور ذکر والی مجالس میں عقائد و نظریات کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

اس لیے کہ اگر عقیدے میں خلل آئے تو اعمال اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتے اور اگر عقیدہ ٹھیک ہو تو پھر اعمال قبول ہوتے ہیں۔ مجھے ایک آدمی نے ریاض (سعودی عرب) سے فون کیا اور کہنے لگا: مولانا صاحب! میں تین ماہ سے سخت ٹینشن میں ہوں اور بڑی مشکل سے مجھے آپ کا نمبر ملا ہے، ایک غیر مقلد نے میرے اوپر سوال کیا کہ تمہارے دیوبند کے سب سے بڑے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے اور اللہ کے نبی سے درخواست کی ہے کہ ”اے اللہ کے نبی! میرے اوپر رحم فرمائیے، یا رسول اللہ! رحم کریں“ تو دیکھو حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے شرک والا جملہ لکھا ہے، ”رحم“ اللہ سے مانگتے ہیں اور تمہارے پیروں کے پیر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے اللہ کے نبی سے رحمت مانگی ہے، تو انہوں نے یہ جملہ لکھ کر شرک کیا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا، میں نے کہا کہ آپ خود جواب اچھی طرح سمجھیں اور پھر اس غیر مقلد کے سامنے اس جواب کو پیش کریں۔ غیر مقلد تو سمجھتے ہیں نا، یہ اہل حدیث، جماعۃ الدعوہ، لشکر طیبہ، وغیرہ یہ سارا غیر مقلدین کا گروہ ہے۔

باطل سے بیزار رہیں!:

میں وضاحت اس لیے کرتا ہوں کہ بات کھلی کھلی ہونی چاہیے اور میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ ہم سے وہی تعلق رکھے جو باطل سے بیزار ہو، جو باطل سے بیزار نہیں ہے وہ ہم سے تعلق نہ رکھے، وہ اور کسی جگہ جا کر ٹھکانہ لگائے، ہم باطل سے بیزار ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جب آخرت میں جدا ہونا ہے تو دنیا میں جدا کیوں نہ ہوں! ہم خالص دین کا کام کریں اور خالص اللہ کے لیے کریں اور باطل کے بالکل قریب نہ جائیں۔ ہم دور رہیں گے تو ہماری نسلیں بچ جائیں گے اور ہم قرب

کی پینگیں بڑھائیں گے تو ہماری آئندہ نسلوں کا ایمان برباد ہو گا۔ عموماً ہمارے ہاں مزاج یہ ہے کہ ہم شیخ اور پیر اسے سمجھتے ہیں جو برے کو بھی برانہ کہے، غلط کو بھی غلط نہ کہے۔ یہ کون سا پیر ہے جو غلط کو بھی غلط نہ کہے؟! پیر تو وہی ہو گا جو غلط کو غلط کہے اور ٹھیک کو ٹھیک کہے۔ جس نے غلط کو ٹھیک کہنا ہے وہ پیر نہیں ہے بلکہ پیر کے روپ میں شیطان ہے۔ خانقاہیں اس لیے نہیں ہیں کہ نظریات بگڑیں بلکہ خانقاہیں اس لیے ہیں کہ امت کے نظریات سنواریں۔

### مرکز و خانقاہ؛ علمی و عملی اصلاح:

اس لیے ہمارے ہاں مرکز بھی ہے اور خانقاہ بھی ہے۔ ہم علمی اصلاح بھی کرتے ہیں اور عملی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے نظریات کی بھی اصلاح کرے، اللہ پاک ہمارے اعمال کی بھی اصلاح فرمائے اور یہ بات آپ دل کی کھڑکیاں اور دل کے کان کھول کر سنیں کہ عمل کی کوتاہی کا تدارک بہت آسان ہے، علم کی کوتاہی کا تدارک بڑا مشکل ہے۔ علم تو بنیاد ہے، بنیاد ٹیڑھی ہو جائے تو ساری عمارت خراب ہو جاتی ہے، عمل کی مثال اوپر کی تعمیر کی ہے اور علم کی مثال اس بنیاد کی ہے۔ جس آدمی کا علم ہی غلط ہے مجھے بتاؤ اس کے اعمال کیسے ٹھیک ہوں گے؟ علم ٹھیک ہو تو آدمی کے اعمال ٹھیک ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ اس لیے علم کا ٹھیک ہونا اور نظریات کا ٹھیک ہونا بہت ضروری ہے۔

### مذکورہ اعتراض کا جواب:

خیر میں نے اسے کہا: ایک بات سمجھو! اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ”رحیم“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

(سورۃ التوبۃ: 128)

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ

[تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لیے انتہائی شفیق مہربان ہے!]

تو فرمایا کہ میرا پیغمبر تمہارے لیے رؤوف بھی ہے، میرا پیغمبر تمہارے لیے رحیم بھی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کو ”رحیم“ فرمایا ہے تو بتائیں وہ اگر رحم نہیں کریں گے تو رحیم کس بات کے ہیں؟ آپ کسی بندے کو کہیں: ”میں آپ کو قاری تو مانتا ہوں لیکن آپ سے قرآن نہیں سنتا، آپ کو امام صاحب تو مانتا ہوں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، میں آپ کو مفتی صاحب تو مانتا ہوں لیکن فتویٰ قبول نہیں کرتا، میں آپ کو پیر تو مانتا ہوں آپ کی بیعت نہیں مانتا، خطیب صاحب تو مانتا ہوں تقریر آپ کی نہیں مانتا۔“ یہ عجیب بات ہے، اس نے کیسا مفتی مانا ہے کہ مفتی تو مانتا ہے اس کا فتویٰ نہیں مانتا، قاری صاحب مانتا ہے لیکن اس کی قرأت نہیں مانتا، تو تو نے پھر مانا کیا ہے؟!! اب کوئی اللہ کے نبی کو کہے کہ میں آپ کو ”رحیم“ مانتا ہوں لیکن آپ سے رحم کی درخواست نہیں کرتا۔ میں نے کہا: یہ آدمی کیسا عقل کا اندھا ہے! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم ہیں تو رحم تو فرمائیں گے، اگر رحم نہیں فرمائیں گے تو پھر رحیم کیسے ہوئے؟!! حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت کا جواب اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کئی سو سال قبل اپنے پیغمبر پر اتار کر ارشاد فرمادیا ہے، اللہ رب العزت کی ذات رب العالمین ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمتہ للعالمین ہے۔

جتنا بڑا مالک اتنا بڑا سفارشی:

آپ ایک نکتہ سمجھ لیں۔ قیامت کے دن میدان محشر میں اللہ رب العزت



عدالت قائم فرمائیں گے امت کے اعمال کے حساب کے لیے، بلکہ امتوں کے اعمال کے حساب کے لیے۔ اللہ عدالت لگائیں گے، حج اور قاضی بن کے نہیں لگائیں گے بلکہ وہ مالک بن کے لگائیں گے، اگر حج کی عدالت ہو اس میں ملزم کے لیے وکیل آتا ہے اور جب مالک کی عدالت ہو تو پھر ملزم کے لیے وکیل نہیں آتا بلکہ اس کے لیے سفارشی آتا ہے۔ پھر یہ دیکھتے ہیں کہ مالک کتنا بڑا ہے؟ جتنا بڑا مالک ہو اس کے لیے سفارشی اتنا بڑا تلاش کیا جاتا ہے، جتنا بڑا مالک ہو اور جتنے اس کے اختیارات ہوں تو سفارشی بھی اس کے حساب سے تلاش کرتے ہیں۔ اب اگر آپ نے سفارش کروانی ہے کسی وزیر سے تو عام بندے کو لے کر نہیں جائیں گے بلکہ قد کاٹھ اور حیثیت والے بندے کو لے کر جائیں گے، اس وزیر کا قریبی لے کر جائیں گے، تعلق والا لے کر جائیں گے۔

رب العالمین، رحمۃ للعالمین:

تو قیامت کے دن جس مالک کی عدالت ہے وہ مالک ”رب العالمین“ ہے اس مالک کی عدالت میں ملزمین کی سفارشوں کے لیے جو ذات پیش ہونی ہے اس ذات کا نام ”رحمۃ للعالمین“ ہے، جس طرح کائنات کے ذرے ذرے کا اللہ ”رب“ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کے ذرے ذرے کے لیے رحمت ہیں، تو جتنا بڑا رب ہے اور مالک ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بڑے تو نہیں ہیں لیکن اللہ کے نبی کی رحمت ایک ایک ذرے کو شامل ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن خدا کی عدالت میں ہم سب کی شفاعت کریں گے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کس کی کریں گے؟ اس کے لیے اللہ کے نبی نے خود فرمایا ہے کہ میں فلاں کی سفارش کروں گا، فلاں کی کروں گا، فلاں کی کروں گا، اللہ کے نبی خود فرما رہے ہیں کہ میں کس کس کی سفارش کروں گا۔

## پیغمبر علیہ السلام کے حقوق:

اس پر میں نے مسئلہ سمجھانے کے لیے قرآن کریم کی آیت تلاوت کی ہے۔  
اللہ کی ذات کے بعد سب سے بڑی ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمارے پیغمبر کے ہمارے ذمے حقوق رکھے ہیں اور اس سے بڑی بات کیا ہے؟ فرمایا: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾

(سورۃ الاحزاب: 6)

[ایمان والوں کے لیے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں]

فرمایا دیکھو! تمہیں پتہ ہے کہ میرے محمد کا تمہارے اوپر کتنا حق ہے، ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ جتنا تمہارے اوپر تمہاری جان کا حق ہے اس سے زیادہ میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے اوپر حق ہے۔ کیا مطلب؟ جس طرح آدمی اپنی ذات کے لیے کماتا ہے، اپنی ذات کو زندہ رکھنے کے لیے کھاتا ہے، اپنی ذات کو برقرار رکھنے کے لیے پہنتا ہے، اپنی ذات کی حفاظت کے لیے بندہ جو سارا کچھ کرتا ہے تو اللہ رب العزت نے بات سمجھائی کہ ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ دیکھو! میرے پیغمبر کا حق تمہاری ذات سے زیادہ تمہارے اوپر ہے اور میرے پیغمبر کی بیویاں یہ سارے ایمان والے انسانوں کی مائیں ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو تمہاری مائیں فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا حق بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ میں حکم دیا ہے کہ میرے پیغمبر پر درود پڑھا کرو، میرے پیغمبر پر سلام پیش کیا کرو۔ یہ ایسا عمل

ہے جو اللہ خود بھی کرتا ہے، اللہ کے فرشتے بھی کرتے ہیں اور اللہ تمہیں بھی حکم دیتا ہے کہ یہ کام تم بھی کرو۔ ہمارے علماء نے لکھا ہے اگر کوئی بندہ آپ سے پوچھے کہ دنیا میں ایسا کونسا کام ہے جو اللہ خود بھی کرتے ہیں اور بندوں کو کہتے بھی ہیں کہ یہ کام تم بھی کرو، تو اس سائل کو جواب دیں کہ وہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود پڑھنا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی پہ درود پڑھتے ہیں اور ہمیں بھی حکم دیا کہ تم بھی درود پڑھو۔ ایک بار محبت کے ساتھ سارے حضرات درود پاک پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

### درود شریف کے متعلق چند مسائل:

اب میں چند مسئلے پیش کروں گا، ذرا ان کو ذہن میں رکھ لیں۔

#### [1] درود بھیجنے کا مطلب:

اس آیت کو حوالے سے پہلی بات یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کا معنی الگ ہے، فرشتے پیغمبر پر درود بھیجیں اس کا معنی الگ ہے، امتی نبی پر درود بھیجے اس کا معنی الگ ہے۔ جب ہم کہتے ہیں ”اللہ اپنے نبی پہ درود بھیجتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے پیغمبر پہ رحمتیں نازل کرتا ہے اور جب یہ کہتے ہیں ”فرشتے اللہ کے نبی پر درود بھیجتے ہیں“ تو اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے پیغمبر کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جب ہم کہتے ہیں ”بندہ اور انسان نبی پہ درود بھیجتا ہے“ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ سے اپنے نبی کے لیے دعا مانگتا ہے کہ اللہ ہمارے محبوب پیغمبر کے درجات کو بلند فرما۔

(تفسیر البغوی: ج 1 ص 63 ملخصاً)

تو اللہ کے درود پڑھنے کا معنی اور ہے، فرشتوں کے درود پڑھنے کا معنی اور ہے اور انسانوں کے درود پڑھنے کا مطلب اور ہے۔

## [2] اللہ سلام بھیجے اور امت صلوٰۃ و سلام:

دوسری بات سمجھیں۔ اللہ نے ہمیں دو باتوں کا حکم دیا ہے اور خود ایک بات فرمائی ہے۔ ذرا توجہ سے بات سمجھنا۔ اپنے لیے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾

اور ہمیں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

ہمیں کہا کہ صلوٰۃ بھی بھیجو اور سلام بھی بھیجو اور جب اللہ کی اپنی ذات کی باری آئی تو یہ نہیں کہا کہ اللہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام بھیجتے ہیں، بلکہ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾

ساتھ ”يُسَلِّمُ“ نہیں ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ نے اپنی ذات کے لیے صرف ”صلوٰۃ“ کا ذکر کیا ہے اور انسانوں کو ”صلوٰۃ“ اور ”سلام“ دونوں باتوں کا حکم دیا ہے۔ اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ سلام کے اندر دو چیزیں ہیں: سلام کبھی بمعنی ”سلامتی“ ہے اور کبھی بمعنی ”اطاعت“ ہے۔ اللہ اپنے نبی کی اطاعت نہیں کرتا ہے، امت اپنے نبی کی اطاعت کرتی ہے۔ تو یوں نہیں فرمایا کہ ”اللہ نبی پہ سلام بھیجتا یعنی اپنے نبی کی اطاعت کرتا ہے“ بلکہ فرمایا: اللہ نبی پہ درود بھیجتا ہے اور امتیو! تم نے یہ درود بھی بھیجتا ہے اور نبی کے لیے سلامتی کی دعا بھی کرنی ہے اور ان کی اطاعت بھی کرنی ہے۔ اس لیے اپنی ذات کے لیے ”سلام“ کا لفظ ذکر نہیں کیا اور امت کو فرمایا کہ تم ”صلوٰۃ“ بھی بھیجو اور ”سلام“ بھی بھیجو۔

### [3] صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟

تیسری بات سمجھیں۔ ایک ہے ”صلوٰۃ“ اور ایک ہے ”سلام“۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ ہم سلام کیسے بھیجیں یہ تو ہمیں معلوم ہے (کہ آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ ”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ“ آخر تک پڑھتے ہیں) اے اللہ کے نبی! آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُولُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ (صحیح البخاری: باب یزفون النسلان فی الشی)

نو پتہ یہ چلا اللہ کے نبی نے ہمیں ”صلوٰۃ“ کا طریقہ بھی بتایا ہے اور ”سلام“ کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ صلوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ درود ابراہیمی پڑھیں: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ“ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز میں پڑھتے ہیں: ”اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ“۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھی وہ پڑھیں جو نبی پاک نے ہمیں سکھائی ہے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھی وہ پڑھیں جو اللہ کے نبی نے سکھایا ہے۔ توجہ رکھنا ذرا یہ مسائل اچھی طرح سمجھنا۔ ہم صلوٰۃ و سلام کے قائل ہیں۔

### حضور کا بتایا ہوا درود چاہیے یا مولوی کا بنایا ہوا؟

مجھے درمیان میں ایک واقعہ یاد آیا، پہلے ذرا وہ سن لیں۔ حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل اور ہمارے شیخ عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

کے پیرومرشد ہیں، میرے وہ دادا پیر بنتے ہیں اور جو مجھ سے بیعت ہیں ان کے وہ پڑدادا پیر بنتے ہیں۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بندہ بیعت ہونے کے لیے آیا، بیعت ہوا تو بیعت ہونے کے بعد اس نے ایک مسئلہ پوچھا، اس نے کہا: حضرت! مجھے ایک مسئلہ بتائیں، فرمایا: پوچھو۔ اس نے کہا میں درود تاج اور درود ماہی پڑھ سکتا ہوں؟ حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پیارا جواب دیا، حضرت فرمانے لگے: ایک درود وہ ہے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ایک درود وہ ہے جو بعد کے مولوی صاحب نے دیا ہے، اب بتاؤ نبی والا درود بہتر ہے یا بعد کے مولوی والا؟ اس نے کہا: حضور پاک والا، حضرت فرمانے لگے: درود تاج بعد کے مولویوں نے بنایا ہے اور ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ“ اللہ کے نبی نے خود بتایا ہے، اب بتاؤ آپ کو کونسا درود پسند ہے؟ حضور پاک والا یا بعد والا۔ [حضور پاک والا۔ سامعین] بس آج جھگڑا یہ چل رہا ہے، ہم کہتے ہیں حضور پاک والا درود مان لو، لوگ کہتے ہیں نہیں، ہم پیر والا درود پڑھیں گے، ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔ میں نے کہا جب اللہ کے نبی کا درود موجود ہے تو پھر آپ کو دائیں بائیں جانے کی ضرورت کیا ہے؟! - یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ جو درود اس کے علاوہ ہیں ہم اس کے بھی قائل ہیں اور مانتے ہیں، انکار نہیں کرتے لیکن بہترین درود وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے، یہ درود پاک بھی ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے آیا ہے۔ اگر آپ درود کی پوری برکات لینا چاہتے ہیں تو پھر وہ درود پڑھا کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔

[4] کون سا درود کہاں پڑھیں؟

جو تھی بات سمجھیں۔ جب ہم یہاں سرگودھا سے درود پاک پڑھیں تو یہ

پڑھیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ. اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ. اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ.

اور جب اللہ کے نبی کے روضے پہ جا کر درود پڑھیں تو پھر پڑھیں:  
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

یہاں کون سا پڑھنا ہے؟ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، اور وہاں پہ کون سا پڑھنا ہے: الصلوة والسلام عليك يا رسول الله۔ ایک شخص مجھے کہنے لگا: یہ آپ فرق کیوں کرتے ہیں؟ یہاں ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ“ پڑھتے ہیں اور نبی کے روضہ مبارک پہ جا کر ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا: ہمارا دیوبند والوں کا نظریہ؛ یہ ہے کہ درود پاک حضور کی خدمت میں ہدیہ ہے، درود پاک حضور کی خدمت میں تحفہ ہے اور ہدیہ اور تحفہ کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی دور سے ہدیہ بھیجتا ہے اور قریب جائے تو ہدیہ پیش کرتا ہے۔ اگر بیٹا جدہ میں ہے اور ماں اور باپ سرگودھا میں ہیں تو جدہ سے بیٹا کسی کے ہاتھ کمبل ابوجان کے لیے ”بھیجتا“ ہے، کسی کے ہاتھ امی جان کے لیے چادر ”بھیجتا“ ہے اور جب سرگودھا آئے تو ابوجان کی خدمت میں کمبل ”پیش“ کرتا ہے، امی جان کی خدمت میں چادر ”پیش“ کرتا ہے۔ تحفہ اور ہدیہ کا ضابطہ یہ ہے کہ دور سے بھیجا جاتا ہے اور قریب جا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جب ہم یہاں سے درود کا ہدیہ دیں تو کہتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ؛ اے اللہ! ہم یہاں زندہ ہیں، وہ مدینہ میں زندہ ہیں ہم اپنے گھر زندہ ہیں وہ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اے اللہ! ہمارے اس درود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دے اور جب روضے پہ جائیں تو کہتے ہیں: الصلوة والسلام عليك يا رسول الله، حضور!

ہمارے درود کو قبول فرمائیں۔ ہم دور سے ہدیہ بھیجتے ہیں اور قریب جا کر ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ ہدیہ کا طریقہ یہی ہے نا! دور سے بھیجتے ہیں اور قریب سے پیش کرتے ہیں۔ آپ کسی کو ہدیہ دیں..... اپنے استاد کو، اپنی ماں کو، اپنے دوست کو اور دور سے دیں تو بھیجتے ہیں یا پھینک دیتے ہیں؟ [بھیجتے ہیں۔ سامعین] اور جب قریب جائیں تو پھر پیش کرتے ہیں۔

### ہدیہ کی ترتیب:

ہدیہ کی ترتیب ہمارے دیوبندیوں میں بہت کم چلتی ہے۔ میں نے ایک دوست سے مذاح کے طور پر کہا کہ ہمارے اور ان کے مریدوں میں فرق ہے، ابھی پچھلے مہینے میرے ایک مرید ملنے کے لیے آئے، اٹلی رہتے ہیں اور ان کے دوسرے بھائی ناروے رہتے ہیں، دونوں اصل ہیں گجرات کے۔ پاکستان آئے تو میرا مرید ملنے کے لیے آیا تو اپنے بھائی کو بھی ساتھ لایا۔ یہاں آ کر کھانا کھایا، جب جانے لگے تو جو میرا مرید نہیں تھا اس نے مجھے ہدیہ دیا اور جو میرا مرید تھا اس نے نہیں دیا۔ بات سمجھ میں آئی کہ جو میرا مرید نہیں تھا اس نے ہدیہ دیا۔ پھر مجھے کہنے لگا: ”مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ کا مدرسہ بھی ہے۔ بچے بھی پڑھتے ہیں ورنہ میں آپ کے بچوں کے لیے بھی چندہ دیتا، بھائی نے بتایا نہیں۔“ دونوں میں فرق دیکھیں، یہ اہل بدعت ہے اس کو احساس ہے کہ یہ پیر ہے، اس کی خدمت کرنی چاہیے۔ حاشا وکلاء میں آپ کو اس لیے یہ بات نہیں کہہ رہا کہ آپ حضرات ہدیہ دینا شروع کر دیں، یہ درمیان میں وضاحت میں اس لیے کرتا ہوں کوئی نیا بندہ آنے والا یہ نہ سوچے کہ ہم تو آئے تھے ذکر کرنے اور مولوی صاحب نے کہا کہ میرے لیے ہدیہ کیوں نہیں لائے؟ یہ ہماری ترتیب نہیں ہے۔ میں عرض یہ کر رہا ہوں ہدیہ دیں اپنے بڑے کو۔ ہدیہ اپنے بڑے کو بھی دے



سکتے ہیں اور بڑا چھوٹا کو بھی دے سکتا ہے، ہدیہ ہمیشہ مرید پیر کو نہیں دیتا بلکہ پیر بھی مرید کو ہدیہ دے سکتا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہدیہ ہمیشہ مرید نے ہی دینا ہے بلکہ مرید بھی دے سکتا ہے پیر بھی دے سکتا ہے، بیٹا بھی ہدیہ دے سکتا ہے باپ بھی ہدیہ دے سکتا ہے، بیوی شوہر کو دے سکتی ہے شوہر بیوی کو دے سکتا ہے، یہ تو دونوں طرح کام چلتا ہے۔ میں بتا رہا تھا کہ ہدیہ دور سے بھیجتے ہیں اور قریب جائیں تو پیش کرتے ہیں۔ تو دور سے پڑھیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور قریب جائیں تو پڑھیں: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

### حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا واقعہ:

اس پر میں آپ کو ایک واقعہ سنانے لگا تھا حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے اور اوکاڑہ کے سکول میں ٹیچر بھی تھے۔ وہاں ایک بدعتی بھی ٹیچر تھا۔ اس نے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت لگائی اپنے ہیڈ ماسٹر کو، اس نے کہا: سر ہمارے سکول میں ایک ٹیچر آیا ہے جو وہابی ہے ہمارے ماحول کو خراب کر رہا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے بلا لیا۔ اس نے بلا کے پوچھا: ماسٹر امین صاحب! آپ وہابی ہو؟ حضرت نے فرمایا: نہیں میں تو پکاسنی ہوں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا: یہ کہہ رہا ہے کہ آپ وہابی ہیں۔ حضرت اوکاڑوی نے فرمایا: اس سے پوچھیں تو سہی کہ مجھے وہابی کہتا کیوں ہے؟ ہیڈ ماسٹر نے کہا: اسے کیوں وہابی کہتا ہے۔ اس نے کہا: سر! یہ حضور پاک کے درود کو نہیں مانتے۔ حضرت اوکاڑوی نے درود پڑھ دیا: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ۔ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ۔ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ“ حضرت نے فرمایا: میں مانتا بھی ہوں

پڑھتا بھی ہوں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا: تو کہتا ہے یہ درود نہیں مانتے، یہ تو درود مانتے بھی ہیں پڑھتے بھی ہیں۔ اس نے کہا: نہیں سرجی! یہ بیٹھ کے پڑھتے ہیں کھڑے ہو کر نہیں پڑھتے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: یہ جھوٹ بولتا ہے، میں جب عام نماز پڑھتا ہوں تو التحیات میں درود بیٹھ کے پڑھتا ہوں اور جب نماز جنازہ پڑھتا ہوں تو درود کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں۔ اس نے کہا: ہاں بھائی! اب بتا۔ اس ماسٹر نے کہا: نہیں سرجی! یہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتے ہیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ نہیں پڑھتے۔ مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: سر یہ جھوٹ بولتا ہے، میں جب اوکاڑہ میں ہوں تو اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتا ہوں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں تو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا: یہ تو یہ درود شریف بھی مانتے ہیں، اب تو بتا۔ اب اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ حضرت اوکاڑوی نے فرمایا: اب یہ نہیں بتائے گا اب میں بتاؤں گا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا: چلیں آپ بتائیں۔ حضرت نے فرمایا: یہ کہتا ہے وہاں والا درود یہاں پڑھو اور میں کہتا ہوں: نہیں یہاں والا یہاں پڑھیں گے اور وہاں والا وہاں پڑھیں گے۔

### [5] ”صَلُّوْا عَلَیْہِ“ کی تعمیل کیسے ہو؟

پانچویں بات سمجھیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں ہمیں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ“ فرمایا کہ اے ایمان والو! درود پڑھو۔ ہم نے درود پڑھنے کے بجائے یہ کہہ دیا: ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ“ اللہ نے ہمیں فرمایا کہ تم پڑھو، ہم نے پڑھنے کے بجائے یہ بات کہہ دی: ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ“، کوئی بندہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے، اللہ فرماتا ہے تم پڑھو اور ہم نے خود پڑھنے کے بجائے اللہ سے کہہ دیا ”اللّٰهُمَّ صَلِّ“ اللہ آپ ہی پڑھیں، جو کام ہمارے ذمے تھا ہم نے اللہ کے ذمے

لگادیا۔ سوال سمجھ میں آگیا؟ میں وہ سوالات بتا رہا ہوں جو لوگوں نے آپ سے کرنے ہیں، آپ کورس کرنے کے لیے مرکز نہیں آتے تو پھر آپ کو ان کا جواب بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

### تین روزہ تحقیق المسائل کورس:

یہ میں سرگودھا والوں سے کہتا ہوں کہ باقی دنیا کے لوگ کورس کریں یا نہ کریں آپ میں سے کوئی ایک ایسا بندہ بھی نہ بچے جس نے یہاں تین دن کورس نہ کیا ہو۔ آپ سب ارادہ کرو کہ ہم سب کم از کم تین دن کورس کریں گے، نیت کرتے ہیں سب؟ [جی ہاں ان شاء اللہ۔ سامعین] آپ کے علم میں ہے کہ انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات یہ کورس مغرب سے شروع ہوتا ہے اور اتوار صبح 10 بجے دعا ہو جاتی ہے، خود بھی کریں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور ان شاء اللہ 31 مئی 2014 بروز ہفتہ صبح 07:30 بجے دورہ تحقیق المسائل شروع ہو گا اور 12 جون 2014 تک یہ دورہ ہو گا۔ اصل میں یہ دورہ علماء اور طلباء کے لیے ہے لیکن آپ میں سے بھی کوئی شرکت کرنے کا شوق رکھتا ہو تو اس میں ضرور شرکت کرے۔ ان دنوں میں میرے خیال میں کالج میں بھی چھٹیاں ہوں گی، یونیورسٹی اور کالج کے لڑکے بھی آسکتے ہیں۔

”مرکز“ کے ساتھ رابطہ استوار رکھ!

میں ابھی میانوالی میں تھا دو دن پہلے کی بات ہے، میں نے وہاں ان کو ترغیب دی، میانوالی کے کچھ علماء تھے، مفتی حضرات بھی تھے۔ میں نے کہا: بھائی آپ سرگودھا کچھ دن کے لیے تشریف لائیں ہمارے پاس کورس کریں۔ مجھے ایک ساتھی کہنے لگا: مولانا صاحب! کتھے میانوالی تے کتھے سرگودھا [کہاں میانوالی اور کہاں سرگودھا] میں نے کہا: رائیونڈ جاتے ہو؟ کہتا ہے جی ہاں، میں نے کہا: کتھے میانوالی تے کتھے رائیونڈ

[کہاں میانوالی اور کہاں رائیونڈ] رائیونڈ جاسکتے ہو درمیان میں سرگودھا ہے تم سٹاپ نہیں کر سکتے؟ بس وجہ یہ ہے کہ دل میں اہمیت نہیں، کام کی عظمت نہیں ہے اور میں ان علماء کی بات کرتا ہوں کہ جب بھی پھنستے ہیں تو پھر بندہ رائیونڈ سے نہیں بلاتے بندہ یہاں سے لیتے ہیں، مولانا صاحب! کوئی ساتھی بھیج دو، چھڑو (جگہ کا نام ہے) پھنس گئے ہیں کوئی ساتھی دے دو، فلاں شہر پھنس گئے ہیں، تو کبھی یہاں سے مولانا عاطف صاحب جارہے ہیں، کبھی کوئی جارہا ہے، کبھی کوئی جارہا ہے، یہاں سے ساتھی جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: جب پھنس جاؤ تو ہمیں بلانا تو جب خوش ہو تو پھر بھی ہمارے پاس آجایا کرو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

رائیونڈ مرکز بھی ہمارا سرگودھا مرکز بھی ہمارا:

اور یہ بات کان کھول کر سن لیں رائیونڈ مرکز بھی ہمارا ہے اور یہ ”مرکز اہل السنّت والجماعت“ سرگودھا والا مرکز بھی ہمارا ہے، یہ دونوں ہمارے ہیں یا نہیں؟ [ہمارے ہیں۔ سامعین] آپ لوگوں نے توڑ کیوں پیدا کر رکھا ہے۔ ایک ساتھی اسی مجلس میں موجود ہے، انہوں نے آج مجھے فون کیا کہ استاد جی میں نے آنا ہے، میں نے کہا: آجاؤ اور مغرب یہاں پڑھو۔ پتا ہے کیا جواب دے رہے ہیں: ”آج شب جمعہ ہے۔“ میں نے کہا کہ میں شب جمعہ ہی پر بلارہا ہوں، میں کونسا شب ہفتہ پر بلارہا ہوں۔ میں نے کہا: شب جمعہ کے اجتماع میں شرکت ضروری ہے تو سرگودھا مرکز میں بھی شب جمعہ ہے آپ یہاں آئیں یہاں بھی شب جمعہ ہے، مدنی مسجد (سرگودھا) کا نام بھی ”مرکز“ ہے اور اس جگہ (87 جنوبی) کا نام کیا ہے؟ [مرکز۔ سامعین] وہاں بھی مغرب کے بعد بیان ہے اور یہاں بھی مغرب کے بعد بیان ہے، تو یہ دونوں ہمارے مرکز ہیں، وہاں جائیں تو ٹھیک ہے یہاں آئیں تو ٹھیک ہے، میں نے کہا: مہینے میں

چار جمعراتیں ہیں، آپ تین جمعرات وہاں جائیں اور ایک جمعرات یہاں آئیں، امت کو توڑنا ہے کہ جوڑنا ہے۔ [توڑنا ہے۔ سامعین] میں کہتا ہوں تین جمعرات وہاں لگائیں۔ تو میں توڑنے کی بات کرتا ہوں یا جوڑنے کی؟ [جوڑنے کی۔ سامعین] ہم امت کو توڑتے نہیں ہیں ہم امت کو جوڑتے ہیں، ہم نے دونوں مراکز کو آباد کرنا ہے ان شاء اللہ۔ ہم رانیونڈ کے مرکز کو اپنا سمجھتے ہیں۔ بس میں جماعت کے ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ آپ اس مرکز کو بھی اپنا سمجھیں، اس سے امت میں جوڑ ہو گا اور امت توڑ سے بچ جائیگی۔ ہم نے امت کو توڑ سے بچانا ہے ان شاء اللہ۔

### سوال کا جواب:

میں جو بات سمجھا رہا تھا کہ اللہ نے فرمایا ”صَلُّوا عَلَیْهِ“ تم درود پڑھو، ہم نے کہہ دیا ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ“ اللہ! آپ خود ہی پڑھیں۔ کوئی بندہ آپ سے سوال کرے تو آپ نے پھنس جانا ہے اس لیے اس سوال کا جواب ذہن نشین فرمائیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں فرمایا ہے ”صَلُّوا عَلَیْهِ“ میرے پیغمبر پہ درود پڑھو، ہم اللہ سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ! ہم ناپاک ہیں، تیرا نبی پاک ہے، اللہ! ہم ہیں غیر معصوم اور نبی ہے معصوم، ہم ہیں کم درجہ اور نبوت کا ہے بہت بڑا درجہ، کہاں ہم کہاں نبی!!! آپ نے حکم دیا ہے لیکن ہم خود کو اس قابل نہیں سمجھتے اس لیے اپنے پیغمبر پہ خود درود پڑھیں، ہم کہتے ہیں اللہ بھی پاک ہیں نبی بھی پاک ہے، ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ“ اللہ! ہم آپ کا حکم مان کر درود پڑھنے کے لیے تیار ہیں، پڑھ ہم دیتے ہیں پہنچا آپ دیں۔ اللہ! ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں آپ ہی احسان فرمائیں حضور پاک کو ان کی شان کے لائق درود پہنچا دیں۔

## [6] درود بارگاہ نبوی میں:

جب ہم یہاں درود پڑھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیسے جاتا ہے؟ اس پر کئی روایات موجود ہیں ایک روایت صرف اتنی ہے: مَنْ صَلَّى عَلَى عِنْدَ قَبْرِى سَمِعْتُهُ. وَمَنْ صَلَّى عَلَى نَائِيَا أُبْلِغْتُهُ. (مشکوٰۃ المصابیح: ص 87)

جو بندہ میری قبر کے قریب مجھ پر درود پڑھے تو میں خود سنتا ہوں اور اگر کوئی دور سے درود پڑھے تو وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

اور ایک حدیث مبارک میں ہے: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أَقْبَتِي السَّلَامَ۔ (سنن النسائی: ج 1 ص 189 باب التسليم على النبي ﷺ)

اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے کچھ فرشتے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، (وہ گھوم رہے ہوتے ہیں) جب کوئی بندہ مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو وہ سلام کو لے کر حضور کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔

اور جب بندہ سلام پڑھتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا أَرَدْتُ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أُرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(سنن ابی داؤد: ج 1 ص 286 کتاب المناسک باب زیارة القبور)

جب بھی کوئی بندہ مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

## حدیث پر اشکال کا جواب:

بتاؤ! کتنی خوش قسمتی ہے کہ ہماری طرف سے سلام پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے جواب عنایت فرمادیں۔ ایک سوال ذہن میں رکھ لیں۔ کوئی بندہ آپ سے سوال کرے گا کہ یہ حدیث مبارک تو ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ مجھ پر سلام بھیجے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں اور میں جواب دیتا ہوں۔ جو میں گھنٹے میں ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں جس میں اللہ کے نبی پر کوئی بندہ سلام نہ بھیجتا ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ ہر وقت حضور کی روح نکلتی ہے پھر آتی ہے پھر نکلتی ہے پھر آتی ہے پھر نکلتی ہے پھر آتی ہے، اس سے اللہ کے نبی کو راحت نہیں پہنچے گی اس سے اللہ کے نبی کو تکلیف پہنچے گی۔ آپ اس کا جواب ذہن میں رکھیں۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے۔ پہلے میں علماء کے لفظ استعمال کرتا ہوں پھر اس کا عوامی مطلب سمجھاتا ہوں۔ حضرت مدنی فرماتے ہیں۔ توجہ رکھنا۔ کبھی ”رَدُّ“ کا صلہ ”علی“ آتا ہے اور کبھی ”رَدُّ“ کا صلہ ”الی“ آتا ہے۔ جب ”رَدُّ“ کا صلہ ”الی“ ہو تو پھر معنی ”اعادہ“ ہوتا ہے اور جب ”رَدُّ“ کا صلہ ”علی“ ہو تو پھر اس کا معنی ”توجہ“ ہوتا ہے۔ عوام اس کا مطلب یوں سمجھے کہ عربی زبان میں ”رَدُّ“ کا لفظ استعمال ہو تو کبھی اس کے بعد لفظ ”علی“ ہوتا ہے، کبھی لفظ ”الی“ ہوتا ہے۔ اگر ”رَدُّ“ کا لفظ ہو اور اس کے بعد ”الی“ لکھا ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے ”روح کو لوٹا دینا“ اور اگر ”رَدُّ“ کا لفظ ہو اور اس کے بعد ”علی“ لکھا ہو تو اس کا معنی لوٹانا نہیں ہے بلکہ اب اس کا معنی ”متوجہ کرنا“ ہے۔ اب حدیث میں دیکھیں اس میں لفظ ”علی“ ہے ”مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَى إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَى رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ“ مطلب یہ ہے کہ جو بندہ مجھ پر سلام پڑھتا ہے چونکہ میری روح مشاہداتِ الہیہ کے اندر، تجلیاتِ الہیہ کے اندر سیر کر رہی ہوتی ہے اللہ میری روح کو متوجہ فرماتے ہیں اور میں اپنے امتی کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول ص 248)

اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ جب سلام جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً جواب دے دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اکٹھا سلام ہوا پھر اس کے دفتر کو لیا،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے سب کا جواب دیا، پھر حضور اپنے کام میں مشغول ہو گئے، اس کے بعد پھر دفتر لیا، سلام کیا، حضور نے جواب دیا پھر مشغول ہیں۔ یہ بات آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی؟ سمجھ اس لیے نہیں آتی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں دن رات چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے تو بار بار ایسا ہوا کرتا ہے، دن اور رات چوبیس گھنٹے کا دنیا کا ہوتا ہے اور موت کے بعد ”وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ“ یہاں کا ایک ہزار سال ہو تو وہاں کا ایک دن بنتا ہے۔ تو وہاں کے معاملات اور طرح کے ہیں۔ ایک اور حدیث مبارک اس سے بھی عجیب ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ بَقِيَّةٍ مَلَكًا، أَعْطَاكَ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يَصِلُ عَلَى أَحَدٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَبْلَغَنِي بِأَسْمِهِ وَأَسْمِ أَبِيهِ هَذَا فَلَا بُنْ فَلَانَ قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ۔ (مسند الزہراری: رقم الحدیث 1425)

کہ اللہ نے میری قبر پہ ایک فرشتہ ایسا مقرر کیا ہے جو ساری مخلوق کی آواز کو سنتا ہے، جو بندہ مجھ پہ سلام پڑھتا ہے (اللہ نے اس کو اتنی طاقت دی ہے بندے کی آواز سنتا ہے) پھر مجھے اس بندے کا اور اس کے والد کا نام لے کر درود پہنچا دیتا ہے، کہتا ہے کہ فلاں نے سلام بھیجا ہے۔

### ہمارا نظریہ:

تو ہمارا نظریہ ہے کہ جب یہاں سے درود پڑھا جائے اللہ کے نبی کی خدمت میں اللہ پہنچا دیتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس پڑھا جائے اللہ پاک اپنے نبی کو سنا دیتے ہیں۔ آج کی مجلس ذکر میں اتنا یاد رکھیں۔ آئندہ مجلس میں دو باتیں عرض کروں گا۔ [۱] ایک بات ذہن میں یہ رکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں اور [۲] دوسری بات کہ جب ہم سرگودھا سے



درود پڑھیں اللہ پہنچا دیتے ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پہ پڑھیں تو اللہ سنا دیتے ہیں۔ بس وہ جو سنانے اور زندگی پر اعتراضات ہیں نائیں ان اعتراضات کا ازالہ کروں گا ان شاء اللہ۔ میں ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ اور لوگوں کو بھی متوجہ کریں، عقائد کی اصلاح کے لیے امت کو لائیں تاکہ ان کی اصلاح ہو اور ہمارا عقیدہ کھل کر ان کے سامنے آئے۔ اللہ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہرہ اللہ ہم سب کو سب کچھ لٹانے کی توفیق عطا فرمائے اور کثرت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

### درود کی کثرت کیجیے:

درود پاک بہت کثرت سے پڑھنا چاہیے خصوصاً آج جمعرات ہے اور کل جمعہ کا دن ہے۔ درود پاک کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں۔ اگر زیادہ نہ بھی ہو سکے تو یہ سامنے جو درود پاک لکھا ہوا ہے ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا“ جس کو زبانی یاد ہے بہت اچھا، جن کو یاد نہیں وہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد اسے لکھیں اور لکھ کر لے جائیں۔ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنے جگہ پر بیٹھے اور اٹھنے سے پہلے یہ درود پاک 80 بار پڑھے اللہ کے نبی کا وعدہ ہے کہ اللہ اس کے 80 سال کے گناہ معاف فرمادیں گے اور 80 سال کی عبادت کا ثواب دیں گے۔ (فضائل درود شریف از مولانا زکریا کاندھلوی: ص 70)

اب بتاؤ ہر جمعہ 80 سال کے گناہ معاف ہو جائیں اور 80 سال کی عبادت کا اجر مل جائے تو اور کیا چاہیے۔ تو آپ اس کو یاد کر لیں یا اس کو لکھ کر لے جائیں، اس کو اچھی طرح محفوظ رکھیں۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

## قادیانی دجال کیا کہتا ہے؟

حسین احمد مدنی، بلوچستانی

مختص مرکز اہل السنۃ والجماعت، سرگودھا

جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بہت سارے واقعات ایسے ملتے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان [حدیث قدسی] ہمیں واضح طور پر نظر آتا ہے: ”جس شخص نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں“ (صحیح بخاری ج 2 ص 963)

مثلاً مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے ایک شخص پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اس شخص نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہا کہ ”ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ 17 حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔“ اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی کو پہنچی انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ ”اس نالائق کو مدرسہ سے نکال دو“ وہ طالب علم جب مدرسہ سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب کافر ہو جائے گا۔ اور واقعاً ایسا ہی ہوا کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا سے پوچھا: آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا؟

فرمانے لگے: ”جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی“ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ جس

نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔

میری نظر میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ولی تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے اس لیے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟

(مولانا داود غزنوی: ص 191)

ایسے ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام، انبیاء عظام حتیٰ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہی زبان و قلم سے ذلیل و خوار فرمایا ہے۔

چنانچہ مرزا قادیانی کی تحریرات پر نظر ڈالی جائے تو مرزا قادیانی اپنے ہی فتوؤں کے زد میں مرتد، ملعون، پلید، جھوٹا وغیرہ ثابت ہوتا ہے۔  
چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ”جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں“

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص 13، حاشیہ خزان ک 17 ص 56)

جبکہ دوسرے جگہ کہتا ہے کہ ”دیکھو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بارہ لڑکیاں ہوئیں آپ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہ ہوا“

(ملفوظات احمدیہ ج 3 ص 372 طبع جدید)

مشہور ہے کہ ”دروغ گور حافظہ نہ باشد“ اسلامی تعلیمات سے واقف ادنیٰ سا آدمی بھی جانتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے صرف چار بیٹیاں ہوئی ہیں۔ بارہ بیٹیوں والی بات بھی غلط اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جو بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے مرزا قادیانی ان کا وجود ہی ماننے سے انکاری ہو کر جھوٹا ہوا اور جھوٹ کے

بارے اس کا اپنا فتویٰ آپ نے ابھی پڑھ لیا کہ مرتد ہونے سے کم نہیں۔ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی اپنے ہی فتویٰ کے رو سے مرتد ثابت ہوا۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ”جھوٹ جیسا لعنتی کار اور کوئی نہیں“

(ملفوظات مرزا ج 5 ص 62)

جبکہ خود ہی اپنے کشف کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ”قادیان کا نام

قرآن مجید میں درج ہے۔“ (ازالہ اوہام ص 77 حاشیہ خزائن ج 3 ص 140)

الحمد سے لے کر والناس تک پورا قرآن مجید پڑھ لیجیے آپ کو کہیں قادیان کا

نام نہیں ملے گا۔ مرزا قادیانی نے یہ جھوٹ بولا اور اپنے فتویٰ کے مطابق لعنتی بنا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افتراء (جھوٹ) کرنا پلید

طبع لوگوں کا کام ہے۔“ (اربعین نمبر 3 ص 20 حاشیہ خزائن ج 17 ص 406)

جبکہ دوسرے جگہ لکھتا ہے کہ ”اور مجھے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن اور

حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔“

(اعجاز احمدی ص 7 خزائن ج 19 ص 113)

کون نہیں جانتا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات گرامی ہے اور مرزا کا یہ کہنا کہ تیری خبر قرآن میں ہے ایک جھوٹ، حدیث

میں ہے دوسرا جھوٹ، اور خود کو اس آیت کا مصداق ٹھہرانا تیسرا جھوٹ۔ ان سے

بڑھ کر ”مجھے بتلایا گیا تھا“ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بدترین جھوٹ اور

افتراء علی اللہ ہے۔

مرزا قادیانی خدا پر افتراء کر کے اپنے ہی فتویٰ کے رو سے پلید طبع آدمی ثابت ہوا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں“

(تبلیغ رسالت ج 4 ص 302 مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 297)

جبکہ ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہے“  
(اخبار بدر مورخہ 5 مارچ 1908ء ملفوظات ج 10 ص 127)  
لہذا مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کر کے اپنے ہی فتویٰ کے مطابق لعنتی قرار پایا۔  
مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”اگر ثابت ہو جائے کہ میری سو پیش گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب (جھوٹا) ہوں“  
(اربعین نمبر 4 ص 25 حاشیہ خزائن ج 17 ص 461)

جبکہ اپنی موت سے متعلق یہ پیش گوئی کی کہ ”ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔“  
(تذکرہ ص 591 طبع سوم)  
ہمارا دعویٰ ہے کہ مکہ مدینہ میں مرنا دور کی بات ہے مرزا قادیانی کو زندگی بھر مکہ اور مدینہ دیکھنے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔ یہ صرف ہمارا دعویٰ ہی نہیں بلکہ مرزائی بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا لعین و مردود) نے حج نہیں کیا اور اعتکاف نہیں کیا اور زکوٰۃ بھی نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی۔  
(سیرۃ المہدی حصہ سوم ص 119 روایت نمبر 672)

اس لیے بجائے اس کے کہ ہم اس پر تبصرہ کریں خود مرزا صاحب کی تحریرات اس کے جھوٹا اور مرتد ہونے کے لیے کافی ہیں۔

## لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

- ★ خطیب نکتہ داں مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ کی مرکز میں تشریف آوری۔
- ★ دورہ تحقیق المسائل اور صراط مستقیم کورس کو کامیاب بنانے کے لیے سرگودھا شہر اور مضافات کے ائمہ مساجد اور علماء کا مرکز اہل السنۃ میں اجلاس ہوا۔
- ★ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ نے رواں ماہ میں ملک کے چاروں صوبوں میں مختلف مقامات پر مسلکی اور دعوتی پروگرامز کیے جن میں
- ★ مورخہ 20، 21 کو دینیائی وی کے پروگرام پیام صبح میں درس قرآن ارشاد فرمایا۔
- ★ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، دارالعلوم زکریا اسلام آباد، جامعہ بنوریہ عالمیہ، کراچی۔
- ★ ہنگو، کوہاٹ، پشاور [یونیورسٹی پلوسی پشاور]، چارسدہ، کوئٹہ۔ نیو سعید آباد حیدر آباد۔ ڈیرہ اسماعیل خان، مانسہرہ، گڑھی حبیب اللہ، حویلیاں، ایبٹ آباد، پبی، نوشہرہ، بالا گڑھی، مردان، صوابی، ممش خیل، بنوں، ٹانک، راک اور دیگر بڑے شہروں میں توحید و سنت، ختم نبوت، دفاع صحابہ، عظمت قرآن، اتباع سنت، سیرت النبی، مقام فقہ، شان فقہاء، مناقب ابی حنیفہ، اختتام بخاری اور عوامی اجتماعات سے مدلل بیانات کیے۔

## رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

(ادارہ)

### بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ فقہ] مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔  
نوٹ: منی آرڈر سلف پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

### بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا نام محمد الیاس 140103600000900  
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

### ای میل ایڈریس:

[mag@ahnafmedia.com](mailto:mag@ahnafmedia.com)

میج کرنے کے لیے:

03326311808

[ماہنامہ فقیہ کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام ماہنامہ فقیہ سبکدوش پیش کیجیے]

## ممبر شپ کا طریقہ

نام:..... ولدیت:.....

رابطہ نمبر:..... ای میل:.....

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):.....

بینک کا نام:..... رقم جمع کرانے کی تاریخ:.....

مکمل ایڈریس:.....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فیل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوا دیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (ماہنامہ فقیہ) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزبان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 140103600000900

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا

S.M.S یا ای میل ☑ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808



## ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
سلیم معاویہ	کبیر والا	03006848042
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	0333-6836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمن	واں بھجراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبدالوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
محمد اسرار	ملاکنڈ	03342576400

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808